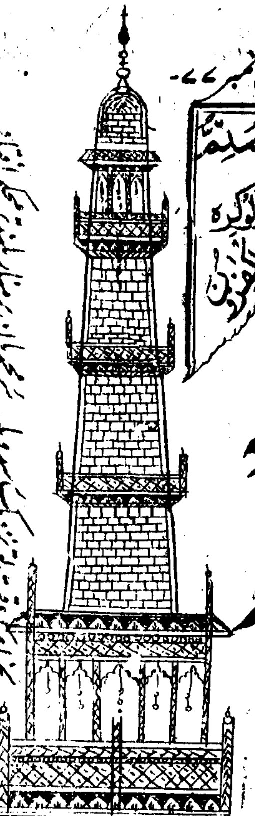
رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ

اِنَّہٗ اٰوَی الْقَرْیَۃَ



مسیح موعود کی صلح کاری اور امان کا لوار

آج کہ انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا خدا کے حکم کے ساتھہ بند کیا گیا ہے اب اس کے بعد جو شخص کافر پر تلوار اٹھاتا ہے اور اپنا نام غازی رکھتا ہے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے جسنے آج سے تیرہ سو برس پہلے فرمایا ہے کہ مسیح موعود کے آنے پر تمام تلوار کے جہاد ختم ہو جائینگے سو اب میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں ہے ہماری طرف سے امان اور صلحکاری کا سفید جھنڈا بلند کیا گیا ہے

مسیح موعود کا اعلان

الحکم

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیان بینی | دوا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

پیشگی قیمت سالانہ

عوام سے .. .. .. صہ
خواص و سعادتمین سے .. عـــہ
ہندوستان سے باہر .. ســــہ
غیر مذاہب والون سے .. ۱۲ ہے
(ایک جماعت کے غیر مستطیع دس نہیں پیسہ آمدنی والوں سے) ۱۲ عہ

نمبر ۱۸ | دار الامان قادیان مورخہ ۳۱ مئی سنہ ۱۹۰۴ء | جلد ۸

مدرسہ تعلیم الاسلام کو سوقت خصوصیت کیساتھ کیا ضرور در پیش ہے

ہماری مقامی اخبارات مین شایع ہو چکا اور قوم پر ظاہر ہو چکی ہو کہ ہمارے مدرسہ کو انسپکٹر نے دیکھا اور رائے بک مین لکھا کہ وہ اگست کے مہینہ مین ایک دفعہ پھر ملاحظہ کرینگے اور بعض نقصوں کی تلافی ہو جانیکے بعد جو رائے بک مین انکی طرف سے لکھی گئی ہین مدرسہ کی منظوری کے مسئلہ پر غور کرینگے منجملہ ان نقصوں کے جو صاحب انسپکٹر نے مدرسہ کے متعلق نکالے اور اُن کی تلافی پر زور دیا ہے چند کمروں کا زیادہ کرنا ہے اور یہہ کہ ہر ایک اُستاد کے آگے ایک میز اور ایک کرسی ہونی چاہیے وقت بہت تھوڑا اور کام بہت ہے اور کام بھی درحقیقت تھوڑا ہے اگر قوم کیطرف سے کافی مدد جلد ملجائے۔ اور قابل غور یہ امر ہے کہ اگر مدد مین یا جلدی مدد کرنیمین سہل انگاری کیجائے تو کسقدر ضرر کا احتمال ہے۔

سردست **پانسو روپے** کی ضرورت ہے اور یہ رقم نئی اور زندہ قوم کی بلند ہمت اور وسعت حوصلہ کے نزدیک کچھہ بھی نہین۔ اگر ایسا ہو کہ سیالکوٹ کی جماعت ایکسو اور لاہور کی جماعت ایک سو اور کپورتھلہ کی جماعت کم از کم پچاس اور گوجرانوالہ کی جماعت پچاس اور حیدر آباد دکن کی جماعت ایک سو بہم پہونچا دین اور اسیطرح دوسرے شہرون کی جماعت اپنی استطاعت کے موافق رقوم اکٹھی کرین تو بہت جلد عمدہ طور پر کام ہو جاتا ہے امید ہے کہ ہمارے مکرم معظم دوست اور خدا تعالیٰ کے انعامات خاصہ کے مورد اصحاب جن کی اسمائے گرامی ذیل مین ثبت ہوئی ہین خصوصاً اسطرف توجہ مبذول فرمائینگے۔ اور بہت جلد اپنی عالی ہمتی کا ثبوت دینگے۔

شیخ رحمت اللہ۔ منشی تاج الدین صاحب۔ سید محمد حسین صاحب اسسٹنٹ سرجن۔ مرزا یعقوب بیگ صاحب اسسٹنٹ سرجن۔ حکیم محمد حسین صاحب قریشی شیخ نور محمد صاحب حکیم مالک کارخانہ ہمدم صحت۔ منشی محمد نواب خان صاحب تحصیلدار گجرات خواجہ جمال الدین صاحب ڈائرکٹر مدارس جموں خصوصاً منشی عبد العزیز صاحب ماسٹر شیلہ میرٹھ۔ محمد اسمٰعیل صاحب ملٹری ٹیلر میرٹھ۔ شیخ عطا محمد صاحب سب اورسیر ایبٹ آباد ہزارہ۔ شیخ نور احمد صاحب پلیڈر ایبٹ آباد و ہزارہ منشی عزیز بخش صاحب ریکارڈ کیپر ڈیرہ غازیخان بابو غلام محمد صاحب انسپکٹر ڈاکخانجات گلگت۔ اگر یہہ بزرگ ناصران ملت معقول رقمین عنایت کرینگے تو امید ہے اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی گدائی کا دامن زیادہ پھیلانیکی ضرورت نہین پڑیگی۔

امید ہے کہ بہت سے اہل دل دوست جن کے اسماء اختصار کے لحاظ سے قلمبند نہین ہو سکے خدا تعالیٰ کی راہ مین قدم اٹھانے سے کوتاہی نہین کرینگے۔

المعلن خاکسار عبد الکریم از قادیان

احباب کیخدمت مین ضروری گذارش

کچھہ عرصہ ہوا کہ میان احمد نور صاحب نور رفیقان حضرت مولانا مولوی عبد اللطیف صاحب شہید مرحوم کیلئے ایک مکان بنوانیکے واسطے مخدومی و مکرمی حضرت مولوی عبد الکریم صاحب نے تحریک کی تھی اور اس امید پر کہ اس سلسلہ کا ہر ایک فرد مہاجرین مذکور کیلئے اس چھوٹی سی خدمتمین پوری سرگرمی اور جوش سے حصہ لیگا۔ اور جلدی رقم مطلوبہ پوری ہو جائیگی تعمیر مکان کا کام شروع بھی کر دیا گیا تھا۔ لیکن آجتک جو اس تحریک پر ایک ماہ سے زائد عرصہ گذر چکا ہے سوائے ان رقوم کے جنکا ذکر اس تحریک مین بھی کیا گیا تھا صرف صـــہ کی رقم جسمین بواسطہ مخدومی شیخ رحمت اللہ صاحب اور جناب شیخ عطا محمد صاحب اورسیر ایبٹ آباد کا ہے۔ وصول ہوئی ہے جو بالکل ناکافی ہے۔ آگے چونکہ برسات کا موسم آتا ہے۔ اسلئے ضروری ہے کہ تعمیر کا کام جلدی پورا ہو جائے ورنہ جو روپیہ لگ چکا ہے اس کے بھی برباد ہونیکا اندیشہ ہے اسکےلئے ضرورت ہے اس امر کی کہ ہر ایک صاحب جو اس کار خیر مین حصہ لینا چاہتے ہون بہت جلدی جسقدر ہو سکے روپیہ بھیجکر اس کام کے سرانجام دینے مین مدد دین اور رقم مطلوبہ کا جسکا اندازہ دو سو تک کیا گیا ہے پورا کر دین اسمین شک نہین کہ اس سلسلہ مین آئے دن دینی کامون کیلئے چندونکی تحریک ہوتی رہتی ہے اور ابھی اسکے ساتھہ ہی مین خود ایک اور تحریک بھی کرتا ہون لیکن یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ دینی خدمت کا یہی وقت ہے۔ جو صاحب توفیق رکھتے ہون وہ ضرور اس کار خیر مین حصہ لین۔

رقوم وصول شدہ حسب ذیل ہین۔ شیخ رحمت اللہ عـــہ شیخ عطا محمد صاحب عـــہ۔ چندہ معرفت ماسٹر عبد الرحمن صاحب از قادیان ہے مفتی محمد صادق صاحب عـــہ مولوی شیر علی صاحب عـــہ میان للہ الدین صاحب عـــہ سید محمد علیشاہ صاحب نے علاوہ صـــہ چندہ کے ایک کوٹھی کی چھت کی لکڑی کا وعدہ فرمایا ہے۔ مولوی امام الدین مدرس گولیکی عـــہ بابو شاہ دین گوگڑاں عـــہ۔ میان خیر الدین کمار ڈ و عبد العزیز سکوناث عـــہ۔ منشی نذیر الدین بہاولپور صـــہ

۲۹ مئی سنہ ۱۹۰۴ء

کلماتِ طیّبات یا ملفوظاتِ احمدؑ

(تتمہ ۱۷ مئی سنہ ۱۹۰۴ء صفحہ ۳)

رویت کا انکار کرنا کتنا بڑا ظلم ہے ہزاروں ہزار نشان خدا تعالیٰ نے اپنے بندہ کی تصدیق کے لئے ظاہر کئے اور ان کے دیکھنے والے موجود ہیں مگر افسوس کی بات ہے کہ ان کو رد کر دیا جاتا ہے اور جدید نشانوں کی خواہش کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ وہ اور نشانات دکھلاوے لیکن سنت اللہ اسیطرح پر جاری ہے کہ ایسے اقتراح کرنے والے اور اپنے ایمان کو مشروط کرنے والے ٹھوکر کھا جاتے ہیں۔ پچھلے نشانوں کو ترک کر کے آیندہ کیلئے سوال کرنا آیات اللہ کی بیحرمتی اور خدا تعالیٰ کے حضور بے ادبی ہے اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ لئن شکرتم لازیدنکم اگر تم میری نعمت کا شکر کرو گے تو میں اسے بڑھاؤنگا اور یہ فرمایا ہے کہ ولئن کفرتم ان عذابی لشدید اور اگر انکار اور کفر کرو گے تو میرا عذاب بہت سخت ہے۔ اب بتاؤ کہ ان آیات الٰہی کی تکذیب کر کے اور ان کو چھوڑ کر جدید کی طلب اور اقتراح یہ عذاب الٰہی کو مانگنا ہے یا کیا؟

دیکھو!

میں سچ کہتا ہوں کہ تم خدا تعالیٰ کی آیات کی بے ادبی مت کرو۔ اور انہیں حقیر نہ سمجھو کہ یہ محرومی کے نشان ہیں اور خدا تعالیٰ اسکو پسند نہیں کرتا۔ ابھی کل کی بات ہے کہ لیکھرام خدا تعالیٰ کی ایک عظیم الشان نشان کے موافق مارا گیا۔ کروڑوں آدمی اس پیشگوئی کے گواہ ہیں خود لیکھرام نے اسے شہرت دی، وہ جہاں جاتا اسے بیان کرتا .... یہ نشان اسلام کی سچائی کیلئے اس نے خود مانگا تھا اور اس کو سچے اور جھوٹے مذہب کیلئے بطور معیار قائم کیا تھا آخر وہ خود اسلام کی سچائی اور میری سچائی پر اپنے خون کی شہادت دیکر چلا گیا۔ اس نشان کو جھٹلانا اور اسکی پروا نہ کرنا یہ کس قدر بے انصافی اور ظلم ہے پھر ایسے کھلے کھلے نشان کا انکار کرنا تو خود لیکھرام بننا ہے اور کیا۔

مجھے بہت ہی افسوس ہوتا ہے کہ جس حال میں خدا تعالیٰ نے ایسا فضل کیا ہے کہ اس نے ہر قوم کے متعلق نشانات دکھائے جلالی اور جمالی ہر قسم کے نشان دیئے گئے پھر ان کو ردی کیطرح پھینک دینا یہ تھوڑی ہی بدبختی اور اللہ تعالیٰ کے غضب کا مورد بننا ہے۔ جو آیات اللہ کی پروا نہیں کرتا وہ یاد رکھے اللہ تعالیٰ بھی اسکی پروا نہیں کرتا۔

خدا تعالیٰ کیطرف سے جو نشان ظاہر ہوتے ہیں وہ ایسے ہوتے ہیں کہ ایک عقلمند خدا ترس ان کو شناخت کر لیتا ہے اور ان سے فائدہ اٹھاتا ہے لیکن جو فراست نہیں رکھتا اور خدا کے خوف کو مدنظر رکھکر اس پر غور نہیں کرتا وہ محروم رہ جاتا ہے کیونکہ وہ یہ چاہتا ہے کہ دنیا دنیا ہی نہ رہے اور ایمان کی وہ کیفیت جو ایمان کی اندر موجود ہے نہ رہے۔ ایسا خدا تعالیٰ کبھی نہیں کرتا اگر ایسا ہوتا تو پھر دنیوں کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ وہ حضرت مسیح کا انکار کرتے۔ موسیٰ علیہ السلام کا انکار کیوں ہوتا اور پھر سب سے بڑھکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسقدر تکالیف کیوں برداشت کرنی پڑتیں۔ خدا تعالیٰ کی یہ عادت ہی نہیں کہ وہ ایسے نشان ظاہر کرے جو ایمان بالغیب ہی اٹھ جاوے۔ ایک جاہل وحشی سنت اللہ سے ناواقف تو اسی چیز کو معجزہ اور نشان کہتا ہے جو ایمان بالغیب کی حد سے نکل جاوے۔ مگر خدا تعالیٰ ایسا کبھی نہیں کرتا۔

ہماری جماعت کیلئے اللہ تعالیٰ نے کمی نہیں کی کوئی شخص کسی کے سامنے کبھی شرمندہ نہیں ہو سکتا جسقدر لوگ اس سلسلے میں داخل ہیں انہیں سے ایک بھی نہیں جو یہ کہہ سکے کہ میں نے کوئی نشان نہیں دیکھا۔

براہین احمدیہ کو پڑھو اور اس پر غور کرو اس زمانہ کی ساری خبریں اس میں موجود ہیں۔ دوستوں کے متعلق بھی ہیں اور دشمنوں کے متعلق بھی۔

اب کیا یہ انسانی طاقت کے اندر ہے کہ تیس برس پہلے جب ایک سلسلہ کا نام و نشان بھی نہیں اور خود اپنی زندگی کا بھی پتہ نہیں ہو سکتا کہ میں اسقدر عرصہ تک رہونگا یا نہیں ایسی عظیم الشان خبریں دے اور پھر وہ پوری ہو جائیں نہ ایک نہ دو بلکہ ساری کی ساری۔ **براہین احمدیہ** اصدیہ لوگوں کے گھروں میں ہے عیسائیوں، آریوں اور گورنمنٹ تک کے پاس موجود ہے اور اگر خدا کا خوف اور سچ کی تلاش ہے تو میں کہتا ہوں کہ براہین کے نشانات پر ہی فیصلہ کر لو دیکھو اس وقت جب کوئی مجھے نہیں جانتا تھا اور کوئی یہاں آتا بھی نہیں تھا ایک آدمی بھی میرے ساتھ نہ تھا۔ اس جماعت کی جو یہاں موجود ہے خبر دی اگر یہ پیشگوئی خیالی اور فرضی تھی تو پھر آج یہاں اتنی بڑی جماعت کیوں ہے اور جس شخص کو قادیان سے باہر ایک بھی نہیں جانتا تھا اور جس کے متعلق براہین میں کہا گیا تھا

فحان ان تعان وتعرف بين الناس

آج کیا وجہ ہے کہ وہ ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ عرب شام مصر سے نکل کر یورپ اور امریکہ تک دنیا اسکو شناخت کرتی ہے

اگر یہ خدا کا کلام نہیں تھا اور خدا کی منشاء کے خلاف ایک مفتری کا منصوبہ تھا تو خدا نے اسکی مدد کیوں کی ہے کیوں اس کیلئے ایسے سامان اور اسباب پیدا کر دیئے۔

کیا یہ سب میں نے خود بنالئے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ اسیطرح پر کسی مفتری کی تائید کیا کرتا ہے۔ تو پھر **راستبازوں** کی سچائی کا معیار کیا ہے؟ تم خود ہی اس کا جواب دو۔

سورج اور چاند کو رمضان میں گرہن لگ گیا یہ میری اپنی طاقت میں تھا کہ میں اپنے وقت میں کرا لیتا اور جسطرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سچے **مہدی** کا نشان قرار دیا تھا اور خدا تعالیٰ نے اس ..... نشان کو میرے دعوے کے وقت پورا کر دیا۔ اگر میں اس کی طرف سے نہیں تھا تو کیا خدا تعالیٰ نے خود دنیا کو گمراہ کیا ہے؟۔ اس کا سوچ کر جواب دینا چاہیئے کہ میرے انکار کا اثر کہاں تک پڑتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب اور پھر خدا تعالیٰ کی تکذیب لازم آتی ہے۔ اسیطرح پر اسقدر نشانات ہیں کہ ان کی تعداد دو چار نہیں بلکہ ہزاروں لاکھوں تک ہے تم کس کس کا انکار کرتے جاؤ گے۔ اسی براہین میں یہ بھی لکھا ہے۔

یاتون من کل فج عمیق اب تم خود آئے ہو۔ تم نے ایک نشان پورا کیا ہے اسکا بھی انکار کرو۔ اگر اس نشان کو جو تم نے اپنے آنے سے پورا کیا ہے مٹا سکتے ہو تو مٹاؤ۔ میں پھر کہتا ہوں کہ دیکھو آیات اللہ کی تکذیب اچھی نہیں ہوتی اس سے خدا تعالیٰ کا غضب بھڑکتا ہے۔ میرے دل میں جو کچھ تھا میں نے کہدیا ہے اب ماننا نہ ماننا تمہارا اختیار ہے۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں صادق ہوں اور اسی کیطرف سے آیا ہوں

۲۹ر اپریل سنہ ۱۹۰۴ء کی شام

ایک شخص نومسلم جکڑ دالوں کے خیالات کا متبع آیا ہوا تھا اس نے نشان دیکھنا چاہا حضرت حجۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے سوال کو طریق ادب و طلب کے خلاف پاکر اسے حکم دیا تھا کہ تم واپس چلے جاؤ اس پر اس نے ایک معافی نامہ پیش کیا۔ اس پر حضرت حجۃ اللہ نے فرمایا۔

بات محض اللہ تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے کہ کوئی بات کسی کو سمجھا دے۔ لیکن اسے سمجھ دیتا ہے جو ادب کے طریق پر سچا طالب ہو کر تلاش کرتا ہے **الطریقۃ کلہ ادب**

خدا تعالیٰ کا یہ سچا وعدہ ہے کہ جو شخص صدق دل اور نیک نیتی کے ساتھ اس کی راہ کی تلاش کرتے ہیں وہ ان پر ہدایت و معرفت کی راہیں کھول دیتا ہے جیسا کہ اس نے خود فرمایا ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ یعنے جو لوگ ہم میں ہو کر مجاہدہ کرتے ہیں ہم ان پر اپنی راہیں کھولدیتے ہیں ہم میں ہو کر سے یہ مراد ہے کہ محض اخلاص اور نیک نیتی کی بنا پر خدا جوئی اپنا مقصد رکھکر لیکن اگر کوئی استہزا اور ٹھٹھے کے طریق پر آزمائش کرتا ہے وہ بدنصیب محروم رہ جاتا ہے۔

پس اسی پاک اصول کی بنا پر اگر تم سچے دل سے کوشش کرو اور دعا کرتے رہو تو وہ **غفور الرحیم** ہے۔ لیکن اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی پروا نہیں کرتا وہ بے نیاز ہے۔

دنیا فنا کا مقام ہے اسلئے ضروری ہے کہ انسان اس فانی مقام پر دلدادہ نہ ہو بلکہ آخرت کی فکر کرے جو ابدی ہے۔ اور یہ اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لاوے اور اسکی مرضی کو مقدم کر کے اس پر چلے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی کو مقدم نہیں کرتا اور اس پر نہیں چلتا تو پھر اللہ تعالیٰ اسکی کوئی پروا نہیں کرتا جیسے ہزاروں لاکھوں کیڑے مرجاتے ہیں یہ بھی مرجاتا ہے اور اس کا کوئی خیال نہیں ہوتا۔ لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی کرتا ہے اور دعاؤں سے کام لیتا ہے اور تھکتا نہیں تو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے اسپر اپنی راہ کے دروازے کھول دیتا ہے۔ یہی اصول یہاں بھی ہے۔

کیونکہ مجھے اس خدا نے مامور کر کے بھیجا ہے

پس اگر کوئی یہاں آتا ہے اسلئے کہ وہ شعبدہ بازی دیکھے اور پھونک مار کر ولی بنا دیا جاوے تو ہم صاف کہتے ہیں کہ ہم پھونک مار کر **ولی** نہیں بناتے۔ جو شخص جلد بازی سے کام لیتا ہے وہ خدا تعالیٰ کو آزماتا ہے خدا اسکی پروا نہیں کرتا تو پھر اسکی کیا پروا۔ انسان کو یہی نہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ خدا غفور الرحیم ہے بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی ماننا چاہیئے کہ وہ غنی بھی ہے۔ اگر ساری دنیا اتقی قلب لیکر آوے تو اوسکی الوہیت کی شان ایک ذرہ بھی بڑھ نہ جاویگی اور اگر اتقی نہ ہو تو اس سے کچھ کم نہ ہوگا اسلئے طالب صادق کا پہلا کام یہ ہونا چاہیئے کہ وہ یہ سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات غنی بے نیاز ہے اسکو حاجت اس امر کی نہیں کہ میں اسکی طرف رجوع کروں بلکہ مجھے حاجت اور ضرورت ہے کہ اسکی طرف رجوع کروں اور اس کے آستانہ الوہیت پر گروں جب انسان یہ سمجھ لیتا ہے کہ خدا کو میری حاجت نہیں مجھے خدا کی حاجت ہے تو اس میں ایک طلب صادق کا جوش پیدا ہوتا ہے اور وہ خدا کی طرف رجوع کرنے لگتا ہے پس اگر کوئی میرے پاس آتا ہے تو اسے یہی یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ میرا کام صرف پہنچا دینا ہے منوا دینا میرا کام نہیں۔ اگر کوئی اپنی بھلائی اور بہتری چاہتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میں نے کرا ایک دن مرنا ہے اور خدا تعالیٰ کے حضور جانا ہے تو اس کا فرض ہونا چاہیئے کہ صبر اور صدق کے ساتھ اس راہ کو تلاش کرے اور گھبرا نہ جائے

اور تھکتے نہیں - لیکن جب کوئی حد سے زیادہ شرارت کرتا ہے - اور اللہ تعالیٰ کی باتوں پر ہنسی کرتا اور انہیں ٹھٹھے میں اڑانا چاہتا ہے تو اس کا علاج اس نے اور رکھا ہوا ہے - اب بھی یہی ہو رہا ہے - اور ہونے والا ہے - کتوں اور کیڑوں کی طرح لوگ مر رہے ہیں اور مریں گے -

دیکھو دس روپیہ کا مقدمہ بھی ہو تو انسان اپنی عقل پر بھروسہ نہیں کرتا بلکہ دوسروں سے مشورہ لیتا ہے اور انپر بھروسہ کرتا ہے پھر وکیل تلاش کرتا ہے وکیل بھی اعلیٰ درجہ کا پھر پھر حکام رس لوگوں کی تلاش کرتا اور ان کی خوشامد کرتا اور جائز و ناجائز وسائل کے استعمال سے بھی نہیں چوکتا - جب ایک تھوڑی سی متاع کیلئے وہ اسقدر جد و جہد اور کوشش کرتا ہے - پھر اسکو شرم کرنی چاہیئے کہ دین کیلئے اسکا دسواں حصہ بھی سعی نہیں کرتا اور چاہتا ہے کہ اسرار دین اسپر کھل جاویں اور وہ دم زدن میں ولی بنا دیا جاوے - چند منٹ کیلئے ایک شخص ہماری مجلس میں آکر بیٹھتا ہے اور باہر نکل کر فتویٰ دیتا ہے کہ میں نے سب کچھ سمجھ لیا ہے - یہ سب کچھ دکانداری ہے - ہم ایسے فتووں اور ایسے لوگوں کی کیا پرواہ کرینگے جبکہ اللہ تعالیٰ کی وحی اور الہام ہم پر نازل ہوتا ہے جو روشن نشانوں اور دلائل کے ساتھ ہوتا ہے - ایسے بیہودہ اور یاوہ گو اور ان کے فتووں کی کیا وقعت ہو سکتی ہے جو ایسے فتویٰ دینے والوں کو مرنے کے بعد پتہ لگ جاوے گا ان کے فتووں کی کیا حقیقت ہے ؟ اسوقت سارے پردے اٹھ جاوینگے اور حقیقت کھل جاویگی - میں دنیا کی حالت پر سخت تعجب اور افسوس کرتا ہوں کہ اگر کسی کو کہدیا جاوے کہ تجھے جذام کا اندیشہ ہے تو وہ طبیب تلاش کرتا ہے اور نسخہ پر نسخہ استعمال کرتا چلا جاتا ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ دنیا کی بیماری کیلئے تو یہ جد و جہد کیجاتی ہے پر اس کے مقابل میں دین کیلئے کوئی فکر اور کوشش نہیں کیجاتی - جوئندہ یابندہ ایک عام مثل ہے مگر اس کیلئے یہ بھی تو ضروری ہے کہ جوئی تلاش اور طلب کا حق ہے وہ ادا کرے - یہ تو نہیں کہ ایک شخص آتا ہے اور پوچھتا ہے کہ مجھے کوئی نشان دکھا دو میں شام کو واپس جانا چاہتا ہوں - ایسی جلد بازی اور افتراح خدا کو پسند نہیں ہے - دیکھو زمیندار کسقدر محنت کرتا ہے - راتوں کو اٹھ اٹھ کر سخت سے سخت زمین میں ہل چلاتا ہے پھر تخم ریزی کرتا ہے آبپاشی کرتا ہے اور حفاظت کرتا ہے تب جا کر کہیں پھل اٹھاتا ہے - یہ کوشش اور محنت دنیا کیلئے .... تو ہے جو آج کل ہو گی مگر دین کیلئے کچھ بھی نہیں - چونکہ نفس میں خباثت ہوتی ہے اور تلاش حق مطلوب نہیں ہوتی اس لئے جلد فیصلہ کر لیتا ہے کہ میں نے سمجھ لیا ہے - یہ بے انصافی اور ظلم نہیں تو کیا ہے ؟ مگر یہ سچ ہے وما ظلمونا ولکن کانوا انفسهم یظلمون

ایک شخص جو کنواں کھودنے لگا ہے وہ اگر دو چار ہاتھ کھود کر شکایت کرے کہ پانی نہیں نکلا تو کیا اس کو احمق نہ کہا جاویگا اور یہ بات بھولی کہ ابھی تو اس حد تک پہونچا تو نہیں جہاں پانی نکلتا ہے ابھی سے شکایت کرتا ہے یہ تو تیرا اپنا ہی قصور اور نادانی ہے ہر ایک مرکے لئے ایک قانون قدرت اور وقت ہے خواہ وہ امر دینی ہو یا دنیوی - پھر دنیوی امور میں تو ان قوانین قدرت کو نگاہ رکھتے ہیں لیکن دینی امور میں اگر عقل ماری جاتی ہے اور جلدی کر کے ایک دم میں سب کچھ چاہتا ہے - یہ جلد باز اور شتاب کار لوگ جب خدا تعالیٰ کے ماموروں کے پاس جاتے ہیں تو وہاں بھی اس شتاب کاری سے کام لیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ وہ ایک پھونک مار کر ان کو آسمان پر چڑھا دے - ایسے نشان مانگتے ہیں کہ ایمان ایمان ہی نہ رہے - اگر کوئی شخص چاند یا سورج پر ایمان لاوے تو بتا کہ اس کو اس ایمان سے کیا فائدہ اور ثواب ہوگا - ایمان تو یہ ہوتا ہے کہ من وجہ محجوب ہو اور من وجہ منکشف اگر ایمان کی حد سے بڑھ کر ہوتا تو پھر ثواب ہی نہ ملتا ثواب کا وعدہ اسی صورت میں ہے کہ عقلمند آدمی عقل صحیح سے کام لیکر قرائن قویہ کو پاکر سمجھ لیتا ہے کہ یہ حق ہے - لیکن اگر اس طریق کو چھوڑتا ہے تو وہ پھر کسی ثواب کا مستحق نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر ایسا ہی حجاب اٹھ جاوے کہ آفتاب کیطرح ایک شے روشن ہو جاوے تو کون احمق ہوگا جو کہے کہ آفتاب نہیں اور دن چڑھا ہوا نہیں ہے - اگر ایسا انکشاف ہو تو پھر کافر اور مومن میں کیا فرق ہوا - مومن تو کہتے ہی اسکو ہیں جو من وجہ محجوب پر ایمان لاتا ہے - حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اسی بات پر صدیق کہلائے -

پس قانون قدرت یہی ہے جو شخص جلد بازی کرتا ہے اور صبر اور استقلال کے ساتھ کوشش نہیں کرتا اور عقل سے کام نہیں لیتا - وہ ہمارا کیا بگاڑیگا اپنی ہی شقاوت کا نشانہ ہوگا - اسکی ایسی ہی مثال ہے کہ ایک بیمار کسی طبیب کے پاس آوے اور طبیب اسکی مرض کی تشخیص کر کے کہے کہ دو مہینے تک میرے پاس رہ کر علاج کرنا پڑیگا - مگر وہ کہے کہ نہیں دو مہینے تک تو میں رہ نہیں سکتا تم ابھی کوئی قطرہ ایسا دو کہ یہ ساری مرض جاتی رہے - ایسا جلد باز مریض کیا خاک فائدہ اٹھائیگا - وہ تو اپنا ہی نقصان کریگا - اسکے لئے قانون قدرت تو بدل نہیں جاویگا -

ولن تجد لسنة الله تبديلا

پس یہ بڑی بدبختی ہے کہ دنیا کے کاموں میں عقل سے کام لیتا ہے - لیکن دین کے کاموں میں عقل کو بیکار اور معطل کر دیتا ہے - یہ خطرناک مرض ہے - اس کا علاج یہی ہے کہ کثرت سے استغفار کرتا رہے - نیک صحبت میں رہے اور دعاؤں میں لگا رہے اگر یہ نہیں کرتا تو وہ ہلاک ہو جاویگا - اللہ تعالیٰ اسکی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتا لیکن جو صدق دل اور نیک نیتی کے ساتھ خدا کی طرف قدم اٹھاتا ہے اور اس راہ میں تھکتا اور گھبراتا نہیں دعاؤں میں لگا رہتا ہے - امید ہے کہ وہ ایک دن تو ہر مقصود کو پالیگا

---

۸ مئی سنہ ۱۹۰۴ء

حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام گوردوارہ سپیر کو تشریف لے گئے تھے ہمارے مکرم خلیفہ رجب الدین صاحب تاجر برنج لاہور بھی شرف نیاز کیلئے آئے ہوئے تھے خلیفہ صاحب ایک روشن خیال اور ذی فہم آدمی ہیں وہ لاہور کی حالات ذکر کرتے رہے کہ وہاں کے مسلمانوں کی عجیب حالت ہو رہی ہے ہر اتوار کو زیارتیں نکالکر باہر لیجاتے ہیں - اور اس فعل کو دفعیہ طاعون کیلئے کافی سمجھتے ہیں مسلمانوں کی اس حالت پر خلیفہ صاحب افسوس کر رہے تھے اور اپنی مختلف حالات سناتے رہے - آخر آپ نے عرض کیا -

خلیفہ صاحب ! طاعون میں بعض مقامات پر جو ہمارے احباب مرتے ہیں اور لوگ اعتراض کرتے ہیں اس کا کیا جواب دیا جاوے

حضرت اقدس - اصل بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی مامور کو دنیا میں بھیجتا ہے تو سنت اللہ یہی ہے کہ تنبیہ کیلئے کوئی نہ کوئی عذاب بھی بھیجتا ہے اور یہ اسوقت ہوتا ہے جب اسکی مخالفت حد سے بڑھ جاتی ہے اور شوخی و شرارت میں اہل دنیا بہت ترقی کر جاتے ہیں - اور خدا تعالیٰ سے بکلی دور جا پڑتے ہیں وہ عذاب اگرچہ سرکش منکرین کیلئے ہوتا ہے - مگر سنت اللہ یہی ہے کہ ماموروں کے بعض متبعین بھی شہید ہو جاتے ہیں وہ عذاب اوروں کیلئے عذاب ہوتا ہے مگر ان کیلئے باعث شہادت - چنانچہ قرآن شریف صاف طور پر بتاتا ہے کہ کفار جو بار بار عذاب مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا کہ تمپر عذاب بصورت جنگ نازل ہوگا آخر جب وہ سلسلہ عذاب کا شروع ہوا اور کفار کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑائیاں ہونے لگیں تو کون کہہ سکتا ہے کہ ان جنگوں میں صحابہ شہید نہیں ہوئے - حالانکہ مسلم بات ہے کہ وہ تو کفار پر عذاب تھا اور خاص انکے ہی لئے آیا تھا - مگر صحابہ کو بھی چشم زخم پہونچا - اور بعض جو علم الٰہی میں مقدر تھے شہید ہو گئے - جن کی بابت خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا -

لا تقولوا لمن يقتل في سبيل الله اموات بل احياء عند ربهم يرزقون یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے جاویں انکو مردے مت کہو بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہیں اور اسی جگہ انکی نسبت فرمایا - فرحين بما آتاهم الله -

اب بتاؤ کہ وہ جنگ ایک ہی قسم کا تھا لیکن وہ کفار کیلئے عذاب تھا مگر صحابہ کیلئے باعث شہادت اسیطرح یہ اب بھی حالت ہے لیکن انجام کار دیکھنا چاہیئے کہ طاعون سے فائدہ کس کو رہتا ہے ہمکو یا ہمارے مخالفین کو اسوقت معلوم ہوگا کہ کون کم ہوئے اور کون بڑھے میں دیکھتا ہوں کہ ہماری جماعت خدا کے فضل سے غیر معمولی طور پر بڑھ رہی ہے اور اسکی وجہ طاعون ہی ہے بعض ایسے لوگوں کی درخواستیں بیعت کی اسلئے آتی ہیں جو طاعون میں مبتلا ہو کر لکھتے ہیں کہ اسوقت مجھ طاعون ہوا ہوا ہے اگر زندہ رہا تو پھر آ کر بیعت کرونگا فی الحال تحریری کرتا ہوں - طاعون کے ذریعہ کئی ہزار آدمی اس سلسلہ میں شامل ہوئے ہیں -

خلیفہ صاحب - وہ جنگ تو اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے تھا

حضرت اقدس - یہ طاعون بھی اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے ہی ہے - خدا تعالیٰ نے دو نشان مسیح موعود کی سچائی کیلئے زمینی اور آسمانی اور بہت سے نشانوں کے سوا مقرر کئے تھے آسمانی نشان تو کسوف و خسوف کا تھا جو رمضان کے مہینے میں واقع ہو گیا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا دوسرا زمینی نشان طاعون کا تھا وہ بھی پورا ہو گیا - اب طاعون کا جہاں میں عام ہونا نشان بھی نہ تھا جب میں نے اسکی خبر دی تھی اسوقت شتاب کار لوگوں نے جلد بازی کی اور خدا تعالیٰ کے اس بزرگ نشان کو ہنسی میں اڑانا چاہا مگر اب گو وہ زبان سے اقرار نہ کریں مگر ان کے دلوں نے تسلیم کر لیا ہے کہ وہ پیشگوئی جو طاعون کے متعلق تھی پوری ہو گئی اس نشان سے اعلاء کلمۃ اللہ اسطرح پر ہوگا کہ لوگ آخر جب اسکو عذاب الٰہی سمجھکر اسکی موجبات پر غور کریں گے اور فسق و فجور اور شرارت وغیرہ سے بچکر خدا تعالیٰ کیطرف آئیں گے اور سمجھ لیں گے کہ خدا حق ہے تو اس سے اعلاء کلمۃ اللہ ہوگا یا نہیں ؟ جیسا کہ میں نے ابھی کہا ہے یہ طاعون بھی وہ کام کر رہی ہے اگر اس گروہ میں ایک شہید ہو جاتا ہے تو اس کے قائمقام ہزار آتے ہیں - یہ نادان ان کا شبہ فضول ہے کہ کیوں مرتے ہیں ہم کہتے ہیں صحابہ جنگ میں کیوں نہ شہید ہوتے تھے ؟ کسی مولوی سے پوچھو کہ وہ جنگ عذاب تھا یا نہیں ؟ ہر ایک کو کہنا پڑیگا کہ عذاب تھے پھر ایسا اعتراض کیوں کرتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جا پڑتا ہے لیکن اگر کوئی کہے کہ یہ نشان مشتبہ ہو جاتا ہے ہم کہتے ہیں کہ نہیں نشان مشتبہ نہیں ہوتا اسواسطے کہ انجام کار کفار کا ستیاناس ہو گیا اور انہیں کوئی کیا باقی نہ رہا - اور اسلام ہی اسلام نظر آتا تھا جیسا کہ ہے

اذا جاء نصر الله والفتح ورأيت الناس يدخلون في دين الله افواجا کا نظارہ نظر آ گیا اسیطرح طاعون کا حال ہے - اسوقت لوگوں کو تعجب معلوم ہوتا ہے اور وہ اعتراض کرتے ہیں لیکن ایک وقت آتا ہے جب طاعون اپنا کام کر کے چلی جائیگی اس وقت معلوم ہوگا کہ اس نے کسکو نفع پہونچایا اور کون خسارہ میں رہیگا - یہ اس زمانہ کیلئے ایک عظیم الشان نشان ہے جسکا ذکر ساری نبی کرتے چلے آئے ہیں اور اسی سے اسقدر جلدی لوگ حق کی طرف رجوع کر رہے ہیں

خلیفہ صاحب - حضور کیا ایسے لوگ با موقع شہید ہو جاتے ہیں

حضرت اقدس - اسمیں کیا شک ہے کہ وہ امن میں تو ہو گئے - اگر اس سلسلہ میں ہو کر انہیں کوئی تکلیف پہنچ جاوے تو وہ شہادت ہوگی اور خدا کے مامور پر ایمان لانیکا یہ فائدہ تو حاصل ہو گیا -

میں نے جسقدر طاعون کے متعلق کھول کھول کر بیان کیا ہے کسی نے نہیں کیا متواتر میں اس پیشگوئی کو شائع کرتا رہا اور خدا تعالیٰ نے مختلف رنگوں میں مختلف اوقات میں اسکو متعلق مجھ پر کھولا اور میں نے لوگوں کو سنایا یا مسیح الخلق عدوانا بہت پرانا الہام ہے

مسیح موعودؑ کی تعلیم

مگر قبل اس کے کہ مین اس اشتہار* کا جواب لکہون اپنی جماعت کے لوگون کو نصیحتاً کہتا ہون کہ جو کچہ اس اشتہار کے لکہنے والون اور ان کی جماعت نے محض دل دکہانے اور توہین کی نیت سے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت مال خور اور ٹہگ اور کاذب اور ٹہگ اِم کے لفظ کو استعمال مین لائے ہین اور ہمیں لوگون کا دغا بازی سے مال کہانے والا قرار دیا ہے اور یا جو خود میری جماعت کی نسبت سور اور کتے اور مردار خوار اور گدہے اور بندر وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے ہین اور ملیچہ اُن کا نام رکہا ہے ان تمام دکہ دینے والے الفاظ پر وہ صبر کرین اور مین اس جوش اور اشتعال طبع کو خوب جانتا ہون کہ جو انسان کو اس حالت مین پیدا ہوتا ہے کہ جبکہ نہ صرف اس کو گالیان دی جاتی ہین بلکہ اس کے رسول اور پیشوا اور امام کو توہین اور تحقیر کے الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے اور سخت اور غضب پیدا کرنیوالے الفاظ سنائے جاتے ہین۔ لیکن مین کہتا ہون کہ اگر تم ان گالیون اور بدزبانیون پر صبر نہ کرو تو پہر تم مین اور دوسرون مین کیا فرق ہوگا اور یہ کوئی ایسی بات نہین کہ تمہارے ساتہہ ہوئی اور پہلے کسی سے نہین ہوئی ہر ایک سچا سلسلہ جو دنیا مین قایم ہوا ضرور دنیا نے اس سے دشمنی کی ہے سو چونکہ تم سچائی کے وارث ہو ضرور ہے کہ تم سے بہی دشمنی کرین سو خبردار رہو نفسانیت تمہیر غالب آوے ہر ایک سختی کی برداشت کرو ہر ایک گالی کا نرمی سے جواب دو تا آسمان پر تمہارے لئے اجر لکہا جاوے۔ تمہین چاہئے کہ آریون کے رشیون اور بزرگون کی نسبت ہرگز سختی کے الفاظ استعمال نہ کرو تا وہ بہی خدائے قدوس اور اس کے رسول پاک کو گالیان نہ دین کیونکہ ان کو معرفت نہین دیگئی اس لئے وہ نہین جانتے کہ کس کو گالیان دیتے ہین۔ یاد رکہو ہر ایک نفسانی جوشون کا تابع ہے ممکن نہین کہ اوس کے لبون سے حکمت اور معرفت کی بات نکل سکے بلکہ ہر ایک قول اوس کا فساد کے کیڑون کا ایک انڈہ ہوتا ہے بجز اس کے اور کچہ نہین۔ پس اگر تم روح القدس کی تعلیم سے بولنا چاہتے ہو تو تمام نفسانی جوش اور نفسانی غضب اپنے اندر سے باہر نکالدو تب پاک معرفت کے بہید تمہارے ہونٹون پر جاری ہونگے اور آسمان پر تم دنیا کے لئے ایک مفید چیز سمجہے جاؤگے اور تمہاری عمرین بڑہائی جائینگے۔ تمسخر سے بات نہ کرو اور ٹہٹہے سے کام نہ لو اور چاہئے کہ سفلہ پن اور اوباش پن کا تمہاری کلام پر کچہ رنگ نہ ہو تا حکمت کا چشمہ تم پر کہلے حکمت کی باتین دلون کو فتح کرتی ہین لیکن تمسخر اور سفاہت کی باتین فساد پہیلاتی ہین جہان تک ممکن ہو سچی باتون کو نرمی کے لباس مین بتاؤ تا سامعین کیلئے موجب ملال نہ ہون جو شخص حقیقت کو نہین سوچتا اور نفس سرکش کا بندہ ہوکر بدزبانی کرتا ہے اور شرارت کے منصوبے جوڑتا ہے وہ ناپاک ہے اوس کو کبہی خدا کی طرف راہ نہین ملتی۔ اور نہ کبہی حکمت اور حق کی بات اس کے مونہہ پر جاری ہوتی ہے پس اگر تم چاہتے ہو کہ خدا کی راہ مین تمہیں کہین تو نفسانی جوشون سے دور رہو اور کہیل بازی کے طور پر بحثین مت کرو کہ یہ کچہ چیز نہین اور وقت ضائع کرنا ہے بدی کا جواب بدی کے ساتہہ مت دو نہ قول سے نہ فعل سے تا خدا تمہاری حمایت کرے۔ اور چاہئے کہ دردمند دل کے ساتہہ سچائی کو لوگون کے سامنے پیش کرو نہ ٹہٹہے اور ہنسی سے کیونکہ مردہ ہے وہ دل جو ٹہٹہا ہنسی اپنا طریق رکہتا ہے اور ناپاک ہے وہ نفس جو حکمت اور سچائی کے طریق کو نہ آپ اختیار کرتا ہے اور نہ دوسرے کو اختیار کرنے دیتا ہے سو تم اگر پاک علم کے وارث بننا چاہتے ہو تو نفسانی جوش سے کوئی بات مونہہ سے مت نکالو کہ ایسی بات حکمت اور معرفت سے خالی ہوگی اور سفلا اور کمینہ لوگون اور اوباشون کیطرح نہ چاہو کہ دشمن کو خواہ نخواہ ہتک آمیز اور تمسخر کا جواب دیا جاوے بلکہ دل کی راستی سے سچا اور پرحکمت جواب دو تا تم آسمانی اسرار کے وارث ٹہیرو۔

واضح رہے کہ صرف زبان سے بیعت کا اقرار کرنا کچہ چیز نہین ہے جبتک دل کی عزیمت سے اس پر پورا پورا عمل نہ ہو پس جو شخص میری تعلیم پر پورا پورا عمل کرتا ہے وہ اس میرے گہر مین داخل ہوجاتا ہے جسکی نسبت خدا تعالیٰ کی کلام مین یہ وعدہ ہے انی احافظ کل من فی الدار یعنی ہر ایک جو تیرے گہر کی چار دیوار کے اندر ہے مین اوس کو بچاؤنگا اس جگہ یہہ نہین سمجہنا چاہئے کہ وہی لوگ میرے گہر کے اندر ہین جو میرے اس خاک و خشت کے گہر مین بود و باش رکہتے ہین بلکہ وہ لوگ بہی جو میری پوری پیروی کرتے ہین میری روحانی گہر مین داخل ہین۔ پیروی کرنے کیلئے یہہ باتین ہین کہ وہ یقین کرین کہ اونکا ایک قادر اور قیوم اور خالق الکل خدا ہے جو اپنی صفات مین ازلی ابدی اور غیر متغیر ہے نہ وہ کسی کا بیٹا نہ کوئی اوسکا بیٹا وہ دکہہ اٹہانے اور صلیب پر چڑہنے اور مرنے سے پاک ہے وہ ایسا کہ باوجود دور ہونے کے نزدیک ہے اور باوجود نزدیک ہونے کے وہ دور ہے اور باوجود ایک ہونے کے اسکی تجلیات الگ الگ ہین انسان کی طرف سے جب ایک نئے رنگ کی تبدیلی ظہور مین آوے تو اس کے لئے وہ ایک نیا خدا بنجاتا ہے اور ایک نئی تجلی کے ساتہہ اس سے معاملہ کرتا ہے اور انسان بقدر اپنی تبدیلی کے خدا مین بہی تبدیلی دیکہتا ہے مگر یہہ نہین کہ خدا مین کچہ تغیر آجاتا ہے بلکہ وہ ازل سے غیر متغیر اور کمال تام رکہتا ہے لیکن انسانی تغیرات کے وقت جب نیکی کیطرف انسان کے تغیر ہوتے ہین تو خدا بہی ایک نئی تجلی سے اس پر ظاہر ہوتا ہے اور ہر ایک ترقی یافتہ حالت کے وقت جو انسان سے ظہور مین آتی ہے خدا تعالیٰ کی قادرانہ تجلی بہی ایک ترقی کے ساتہہ ظاہر ہوتی ہے وہ خارق عادت قدرت اسی جگہ دکہلاتا ہے جہان خارق عادت تبدیلی ظاہر ہوتی ہے۔ خوارق اور معجزات کی یہی جڑ ہے یہ خدا ہے جو ہمارے سلسلہ کی شرط ہے اس پر ایمان لاؤ اور اپنے نفس پر اور اپنے آرامون پر اور اس کے کل تعلقات پر اوس کو مقدم رکہو اور عملی طور پر بہادر ہوکر ساتہہ اس کی راہ مین صدق و صفا دکہلاؤ دنیا اپنے اسباب اور اپنے عزیزون پر اوس کو مقدم نہین رکہتی مگر تم اوس کو مقدم رکہو تا تم آسمان پر اس کی جماعت لکہے جاؤ۔ رحمت کے نشان دکہلانا قدیم سے خدا کی عادت ہے۔ مگر تم اس حالت مین اس عادت سے حصہ لے سکتے ہو کہ تم مین اور اس مین کچہ جدائی نہ رہے اور تمہاری مرضی اسکی مرضی تمہاری خواہشین اسکی خواہشین ہو جائین اور تمہارا سر ہر ایک وقت اور ہر ایک حالت مرادیابی اور نامرادی مین اس کے آستانہ پر پڑا رہے تا جو چاہے سو کرے اگر تم ایسا کروگے تو تم مین وہ خدا ظاہر ہوگا جس نے مدت سے اپنا چہرہ چہپا لیا ہے کیا کوئی تم مین ہے جو اس پر عمل کرے اور اس کی رضا کا طالب ہوجائے اور اس کی قضا و قدر پر ناراض نہ ہو سو تم مصیبت کو دیکہہ کر اور بہی قدم آگے رکہو کہ یہ تمہاری ترقی کا ذریعہ ہے اور اسکی توحید زمین پر پہیلانے کیلئے اپنی تمام طاقت سے کوشش کرو اور اس کے تمام بندون پر رحم کرو اور ان پر زبان یا ہاتہہ یا کسی تدبیر سے ظلم نہ کرو اور مخلوق کی بہلائی کیلئے کوشش کرتے رہو اور کسی پر تکبر نہ کرو گو اپنا ماتحت ہو اور کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو غریب اور حلیم اور نیک نیت اور مخلوق کے ہمدرد بنجاؤ تا قبول کئے جاؤ۔ بہت ہین جو حلم ظاہر کرتے ہین مگر وہ اندر سے بہیڑئے ہین بہت ہین جو اوپر سے صاف ہین مگر اندر سے سانپ ہین سو تم اسکی جناب مین قبول نہین ہوسکتے جبتک ظاہر و باطن ایک نہ ہو بڑے ہوکر چہوٹون پر رحم کرو نہ اونکی تحقیر۔ اور عالم ہوکر نادانون کو نصیحت کرو نہ خود نمائی سے اُنکی تذلیل اور امیر ہوکر غریبون کی خدمت کرو نہ خود پسندی سے انپر تکبر۔ ہلاکت کی راہون سے ڈرو۔ خدا سے ڈرتے رہو اور تقویٰ اختیار کرو اور مخلوق کی پرستش نہ کرو اور اپنے مولا کیطرف منقطع ہوجاؤ اور دنیا سے دل برداشتہ رہو اور اسی کے ہو جاؤ اور اسی کے لئے زندگی بسر کرو اور اس کے لئے ہر ایک ناپاکی اور گناہ سے نفرت کرو کیونکہ وہ پاک ہے چاہئے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔ دنیا کی لعنتون سے مت ڈرو کہ وہ دہوئین کیطرح دیکہتے دیکہتے غائب ہوجاتی ہین اور وہ دن کو رات نہین کرسکتین بلکہ تم خدا کی لعنت سے ڈرو جو آسمان سے نازل ہوتی اور جسپر پڑتی ہے اسکی دونون جہانون مین بیخکنی کرجاتی ہے تم ریاکاری کے ساتہہ اپنے تئین بچا نہین سکتے کیونکہ وہ خدا جو تمہارا خدا ہے اسکی انسان کے پاتال تک نظر ہے کیا تم اوس کو دہوکا دے سکتے ہو پس تم سیدہے ہوجاؤ اور صاف ہوجاؤ اور پاک ہوجاؤ اور کہرے ہوجاؤ اگر ایک ذرہ تیرگی تم مین باقی ہے تو وہ تمہاری ساری روشنی کو دور کردے گی۔ اور اگر تمہارے کسی پہلو مین تکبر ہے یا ریا ہے یا خود پسندی ہے یا کسل ہے تو تم ایسی چیز نہین ہو کہ جو قبول کے لائق ہو ایسا نہ ہو کہ تم صرف چند باتون کو لیکر اپنے تئین دہوکہ دو کہ جو کچہ ہمنے کرنا تہا کرلیا ہے کیونکہ خدا چاہتا ہے کہ تمہاری ہستی پر پورا پورا انقلاب آوے اور وہ تم سے ایک موت مانگتا ہے جس کے بعد وہ تمہین زندہ کریگا تم آپس مین جلد صلح کرو اور اپنے بہائیون کے گناہ بخشو کیونکہ شریر ہے وہ انسان کہ جو اپنے بہائی کے ساتہہ صلح پر راضی نہین وہ کاٹا جاویگا کیونکہ وہ تفرقہ ڈالتا ہے تم اپنی نفسانیت ہر ایک پہلو سے چہوڑدو اور باہمی ناراضگی جانے دو اور سچے ہوکر جہوٹے کیطرح تذلل کرو تا تم بخشے جاؤ۔ نفسانیت کی فربہی چہوڑدو کہ جس دروازے کیلئے تم بلائے گئے ہو اس مین سے ایک فربہ انسان داخل نہین ہوسکتا کیا ہی بدقسمت وہ شخص ہے جو ان باتون کو نہین مانتا جو خدا کے مونہہ سے نکلین اور مین نے بیان کین تم اگر چاہتے ہو کہ آسمان پر تم سے خدا راضی ہو تو تم باہم ایسے ایک ہوجاؤ جیسے ایک پیٹ مین سے دو بہائی۔ تم مین سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بہائی کے گناہ بخشتا ہے اور بدبخت ہے وہ جو ضد کرتا ہے اور نہین بخشتا سو اسکا مجہہ مین حصہ نہین۔

(باقی آئندہ)

* نوٹ قادیانی آریون کی اشتہار سے مراد ہے۔ ایڈیٹر

حضرت اقدس کی اچھوتی اور پرانی تحریریں

خاص الحکم کے کالموں میں شائع ہوتی ہیں

پیام پیامبر

این ہمہ وحی است از رب السما
کافرم گر ایں بنا شد از خدا
وحی حق است ایں نہ لوزہ ذات پاک
صادق و قیم و بر سر کذاب خاک

شکر قیصرہ اس رحیم و کریم خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ جس نے ہمیں زیر سایہ قیصرہ ہند پناہ دیکر یہ موقع عنایت فرمایا کہ ہم اپنی ذات اور اپنی قوم اور اپنے بنی نوع کیلیے سچی ہمدردی کر سکیں اور ترقی کی ان راہوں پر چلنے سے ابدی جہان کے لیے سرمایہ اکٹھا کر سکتے ہیں۔

قرآن شریف صاف لفظوں میں بیان فرماتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعض عیسائی توحید پر قائم تھے جیسا کہ فرماتا ہے ولو انہم اقاموا التورات والانجیل وما انزل الیہم من ربہم لاکلوا من فوقہم ومن تحت ارجلہم منہم امۃ مقتصدۃ وکثیر منہم ساء ما یعملون الجزو نمبر ۶ سورۃ المائدہ امت مقتصدہ وہی امت ہوتی ہے جو اپنی اعتقاد اور عملی طریقوں میں صراط مستقیم پر قائم ہو۔ سو یہود کا طریق اقتصاد کو چھوڑنا ... انکار انبیاء تھا اور عیسائیوں کا اقتصاد کو چھوڑنا مسیح کی شان میں غلو تھا۔

پھر دوسری آیت یہ ہے یا ایہا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ واٰمنوا برسولہ یؤتکم کفلین من رحمتہ۔ الجزو ۲۷ سورۃ المجادلہ۔ یہ عیسائیوں کے حق میں ہے اسجگہ بھی فرمایا ہے کہ اے وے عیسائیو جو مومن ہو ابن خدا کہکر کافر نہیں بنے تم اسلام لاؤ تا تمھیں دو حصے ثواب کے ملیں اس سے پہلے اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ہو المسیح ابن مریم اور اب فرماتا ہے یا ایہا الذین اٰمنوا۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ مومن انھیں کو ٹھیراتا ہے جو مسیح کو خدا نہیں سمجھتے۔ اور صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت دو فرقے تھے۔ ایسا ہی حدیثوں سے بھی ثابت ہوتا ہے جیسا کہ قیصر روم کی

کا گواہی دینا کہ مسیح کی شان اس سے زیادہ نہیں کہ وہ نبی اللہ تھا اب ظاہر ہے کہ اس فرقہ کی کوئی انجیل بھی ہوگی سو وہی انجیل ہے جسکی تصدیق قرآن میں پائی جاتی ہے۔

متی وغیرہ انجیلوں کے بیان اسوجہ سے بھی قابل اعتبار نہیں کہ ان میں جھوٹھ بہت لکھا ہے اور عمداً پیشگوئیوں کو مروڑنا چاہا ہے یا اپنی طرف سے جھوٹی پیشگوئیاں بنائی ہیں مثلاً تیسرے باب میں متی لکھتا ہے کہ وہ ناصری کہلاے گا حالانکہ نبیوں کی کتابوں میں کہیں اس کا ذکر نہیں اور ناصرہ کے معنی کسی جگہ شاخ کے نہیں آے بلکہ سرسبز مکان کو ناصرہ کہتے ہیں اور اگر بفرض محال ناصر شاخ کو بھی کہتے ہوں تو ناصرہ جو گاؤں تھا اس سے اسکو کچھ تعلق نہیں کیونکہ یہ گاؤں ٹیلے پر تھا اور اس کے اردگرد سبزی بہت تھی اس لیے اسکو ناصرہ کہا کرتے تھے۔ یہ نہیں کہ وہ ایک شاخ تھی۔

دوسرے اس وجہ سے بھی متی وغیرہ کا بیان قابل اعتبار نہیں کہ انکی طرف سے الہام کا دعوی ثابت نہیں کہیں نہیں لکھا کہ یہ کتابیں الہام سے لکھی گئی ہیں۔

تیسرے اسوجہ سے کہ وہ لوگ بیوقوف اور دغاباز تھے اُن کے دل میں پختہ یقین نہ تھا۔

انجیلوں میں صرف بیٹے کا لفظ آنا عیسائیوں کے لیے مفید نہیں کیونکہ یہودی لوگ نیک انسانوں پر بیٹے کا لفظ اطلاق کرتے تھے ہاں اگر کوئی معمولی انسان اپنے تئیں خدا کا بیٹا کہے تو یہ کلمہ کفر سمجھتے تھے سو چونکہ وہ یسوع کو اچھا آدمی نہیں سمجھتے تھے اور بار بار کہتے تھے کہ یہ وہی ہے جسکو ہم جانتے ہیں یعنی اسکے چال چلن سے ہم واقف ہیں اسلیے وہ یسوع کے منہ سے ایسا کلمہ نکلنا کفر کا کلمہ سمجھتے تھے اور پھر حسد کے راہ سے اسپر اور بھی حاشیے چڑھاتے تھے۔

حواری غبی اور بلید بھی تھے اور خدا کے کلام کو سمجھتے نہیں تھے اور اُن سے انجیلوں کے لکھنے سے بڑی بڑی غلطیاں ہوئیں اور بڑے ناپاک مبالغے انکی ظہور میں آے ہیں۔ اور خود انجیلوں سے ثابت ہے کہ وہ جھوٹھ بھی بولتے تھے۔

بن باپ ہونا خدا ہونے کی دلیل نہیں بموجب اقرار عیسائیوں کے ملک صدق سالم بھی بن باپ تھا اور دنیا میں ہزاروں کیڑے مکوڑے بغیر ماں باپ کے پیدا ہو جاتے ہیں۔

مسیح کی خدائی پر کوئی عقلی دلیل قائم نہیں ہو سکتی کیونکہ عقل قواعد کلی کے ذریعہ سے بحث کرتی ہے جیسا کہا

جاے کہ کھجور خشک اور میٹھی ہے اور جو چیز خشک اور میٹھی ہو وہ گرم ہوتی ہے اور نیلوفر پھیکا اور ایک آبی بوٹی ہے اور جو بوٹی پھیکی اور آبی ہو وہ سرد ہوتی ہے پس جبکہ عقلی طور پر مسیح کے خدائے ثابت نہیں ہو سکتی تو اب صرف نقلی طور باقی رہا سو اس میں مقدم توریت ہے۔

اور ایک ذریعہ مسیح کے خدا بنانے کا یہ ہو سکتا ہے کہ اُس نے آپ خدائی کا دعوی کیا ہو مگر اپنا کلام اُس کا کوئی محفوظ نہیں بلکہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ انجیلیں حواریوں کو الہام ہوئی نہیں گویا ان کلمات کو اسوقت مسیح کا کلام مانا جاے گا کہ جب اول حواریوں کا الہام صحیح مانا جاے حواریوں نے کہیں یہ دعوی نہیں کیا تھا کہ یہ کلمات ہمنے مسیح کی زبانی سُنے تھے بلکہ عیسائی عقیدہ یہ ہے کہ یہ کلمات اُن کے الہامی ہیں اور انکی صحت الہام کی صحت پر موقوف ہے پس جبکہ الہام کی صحت میں سخت سخت شبہات ہیں تو کیونکر یہ کلمات صحیح ہو سکتے ہیں ہاں اگر الہام کا دعوی نہ ہوتا اور صرف یہ دعوی ہوتا کہ مسیح کے مُنہ سے یہ کلمات سُنے ہیں تو تاریخی طور پر تحقیقات کیجاتی مگر معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کی تعلیم کو بھول چکے تھے پس کیوں نہ کہا جاے کہ یہ شیطانی خیالات ہیں۔

آجکل کی تحقیقاتوں سے ثابت ہو گیا ہے کہ ستاروں میں بھی آبادی ہے پس اُس آبادی کیلیے بھی کسی ذریعہ نجات کی ضرورت ہے پس اگر کوئی ابن اللہ پہلے بھی مصلوب ہوا تھا تو یہ بات غلط ہے کیونکہ یسوع اکلوتا بیٹا کہلاتا ہے۔

عیسائیوں کو جب مباہلہ کے لیے کہا جاے تو کہتے ہیں کہ ہمارے مذہب میں کسی پر لعنت بھیجنا ضرورت نہیں سو یاد رہے کہ اسجگہ لعنت سے ... حقیقی لعنت مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ جو شخص ہم میں سے لعنتی ہے اُسپر اسی جہان میں آثار لعنت کے ظاہر ہو جائیں اور یہ مراد ہرگز نہیں کہ وہ ضرور عاقبت میں دوزخمیں پڑے کیونکہ عاقبت کا دوزخ ہنوز مخفی ہے کسی پر حجت نہیں اور ایک کاذب اخیر عمر تک توبہ کر سکتا ہے مگر اس جگہ آثار لعنت حجت ہیں اور وہ آثار توبہ کرنیوالوں کے لیے توبہ کا موقعہ دیتے ہیں سو وہ درحقیقت بیمار دل کے لیے اچھی ہیں اور وہ خداوند کریم سے کتاب الٰہی میں ایک آخری علاج ہے غرض وہ لعنۃ آخرت سے متعلق نہیں ماسوا اسکے یہ ہرگز نہیں کہ ہم کسی دوسرے معین اور مفرز انسان پر لعنۃ کرتے ہیں بلکہ لعنت جھوٹھ کے پیروی کرنے والے پر ہے کوئی ہو سو اُس کا مصداق ایک فریق نہیں بلکہ وہی مصداق ہے جسپر خدا کی لعنت ہو چکی ہے سو اس مباہلہ سے یہ غرض ہے کہ جسپر پہلے سے خدا کی لعنت ہو چکی ہے اُس لعنت کے آثار ظاہر ہوں تا تینوں طریق معقول اور منقول اور سماوی لعنت کے آثار سے فیصلہ ہو جاے سو قرآن نے یہ تینوں

طریق عیسائیوں کے مقابل پر پیش کیے اور کسی فرقہ کے مقابل پر پیش نہیں کیے کیونکہ یہی وکیل اکبر تھی

ناحاش یا نحاش کا لفظ جو توریت میں سانپ کے معنی پر آیا ہے اسجگہ یہ تعجب ہے کہ اس سے شیطان کے کیوں معنی لیے جاتے ہیں عبرانی میں تو صرف سانپ کے معنوں پر آیا ہے اور اگر سانپ ہی مراد ہے جیسا کہ لغت عبرانی میں صرف سانپ کے معنی ہیں تو یہ معنی فاسد ٹھیرتے ہیں کیونکہ انسان کے جان کے دشمن صرف سانپ ہی نہیں بلکہ بچھو بھی ایسا ہی اور کئی حشرات الارض ہیں ماسوا اسکے طرح طرح کے درندے انسان کی جان کے دشمن ہیں جیسے شیر بھیڑیا چیتا وغیرہ ایسا ہی کئی زہریلے انسان کی دشمن ہیں۔ مگر توریت میں یہ نہیں آیا کہ ان چیزوں سے بھی کوئی شرارت ہوئی تھی۔

توریت سے ثابت ہوتا ہے کہ سانپ آدم کے گناہ سے پہلے ہی لعنتی جانور تھا جس نے خدا کی مخالفۃ کی سو سوال یہ ہے کہ یہ آدم سے پہلے کیونکر لعنتی ہو گیا۔

توریت کا بیان ہے کہ سانپ نے حوا سے باتیں کیں لیکن ظاہر ہے کہ خدا کے قانون قدرت میں یہ بات داخل نہیں ہے کہ سانپ انسان سے باتیں کرے سو کچھ شک نہیں کہ سانپ سے مراد شیطان ہے گو نحاش کا لفظ عبرانی میں صرف سانپ پر اطلاق پاتا ہے مگر کچھ شک نہیں کہ جو ام الالسنہ (عربی) میں لفظ آیا ہے وہ خناس ہے اور خناس کو غیر مرتب طور پر مقلوب کرکے اور خا کا لفظ اڑا کر اور اس پر تشدید لگا کر نحاش بنا یا گیا ہے لیکن اب سوال یہ ہے کہ خدا کے قانون قدرت کے روسے شیطان بھی انسان کے ساتھ باتیں نہیں کرتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شیطان نے حوا سے خواب میں سانپ کی صورت پر باتیں کیں یا کشف میں جو بیداری کے مشابہ ہوتا ہے باتیں کیں اور تعبیر کی روسے سانپ شیطان کا نام ہے اور سانپ سے باتیں کرنا یہ ہے کہ کوئی ظالم بادشاہ ظہور کرے جیسا کہ لکھا ہے ان رای انہ یکلم الحیۃ ظہر عدو من الاعداء پس یہ بات قریب قیاس ہے کہ آدم کے خروج کا یہ باعث ہوا ہو کہ کوئی جابر بادشاہ اُس ملک میں آگیا ہو اور اُسنے آدم کو اُس ملک سے نکالدیا ہو کیونکہ یہ عادت اللہ میں داخل نہیں ہے کہ یونہی خدا کے فرشتے دھکے دیکر نکالیں۔ سانپ کا حوا سے باتیں کرنا صاف دلالت کرتا ہے کہ یہ ایک استعارہ ہے کیونکہ خدا کا قانون قدرت اسبات کی شہادت نہیں دیتا کہ حیوانات انسان سے باتیں کریں اور سلیمان سے جانوروں کا باتیں کرنا بھی بطریق کشف کے تھا کہ ظاہری طور پر اسی لیے وہ معجزہ تھا اور اگر وہ نقل کرنا انسانی قوی کے ذریعہ سے ہوتا تو آجکل کچھ نہ کچھ آدمی حیوانات سے گفتگو کر سکتے۔

استفسار اور اُن کے جواب

منشی عالم شیر صاحب سارجنٹ کوئٹہ سے کچھ سوالات بغرض جواب بھیجے ہیں۔ ہم نے ان سوالات کو حضرت علامہ الامۃ کے حضور پیش کر کے ان کا جواب حاصل کیا ہے اور فائدہ عام کیلئے درج کرتے ہیں۔

سوال۔ جس قوم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد مقابل قرار دیا ہے ان کی شکل رکھنے جائز ہیں یا نہیں۔

جواب۔ کسی قوم کے ساتھ تشبہ کرنا تعلق کے پیدا کرنے کا ذریعہ ہے لیکن مذہب اسلام ہر ایک امر کیلئے قدر اعمال کو رد کرتا ہے نہ تو ایسی پابندی کرتا ہے جس سے عام مخلوق کو تکلیفات پیش آویں نہ ایسی آزادی دیتا ہے جو مذہب ہی کی پروا نہ رہے۔ اسلام نے نہ تو آزادی نہیں دی کہ جو مذہب علیحدہ کر سکے اور نہ ہر امر میں اتنی سخت پابندی کی کہ کچھ بھی ہوں اور اپنے سندوں کا تصرف رہے بلکہ اسلام ہم کو استہ وسطی بتاتا ہے۔

بالوں کے کترانے کے مسئلہ کے متعلق اس کی اصلیت نصوص حدیث کی کتابوں میں موجود ہے ابو داؤد میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بال کٹوا لیتے تھے۔ علاوہ بریں بعض بیماریوں اور ضرورتوں کے وقت ایسے معاملات پیش آ جاتے ہیں پس اگر کوئی انسان تشبہ کیلئے بال کٹواتا ہے وہ تشبہ میں ترقی کرتا ہے جو ضرور تا کٹواتا ہے اس کے لئے جائز ہے۔ انسان کیلئے ہمیشہ صلحاء کا طرز ہی ترقی کا باعث ہوتا ہے اور ان کی طرز عمل سے جس قدر تشبہ کریگا اسی قدر ان کے ساتھ تعلق پیدا ہوگا غیر صلحاء کا طرز اختیار کرنا کسی نہ کسی پہلو میں کمزوری پیدا کرتا ہے اس لئے اس سے بچنا چاہئے۔ حضرت ابن عباسؓ کے پاس ایک شخص مکھی مارنے کا فتویٰ پوچھنے آیا تھا تو آپ نے فتوے ہی سے پہچان لیا کہ یہ کوفہ کا باشندہ ہے اسکو کہا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا فتویٰ تو تمہارے لوگوں نے نہ پوچھا مگر مکھی مارنے کی فکر پڑی ہے اسطرح میں دیکھتا ہوں کہ اللہ پر ایمان اور کتاب اللہ پر ایمان کی ضرورت ہے ایسی باتوں کی ضرورت نہیں۔

سوال دوم۔ داڑھی کے کٹوانے کے متعلق کیا حکم ہے آیا استرے یا قینچی سے استرے کی طرح کٹوانی جائز ہے۔

جواب دوم۔ داڑھی کا رکھوانا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اور صحابہ کرام کا عمل درآمد تمام آئمہ دین اور اولیاء کرام کی مستمرہ عادت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اس کے منظور نظر لوگوں کا فعل ہے۔ ہمارا تجربہ ہے کہ داڑھی کے سخت کٹوانے یا منڈوانے والے لوگ اکثر اخلاق فاضلہ سے محروم ہوتے ہیں الا ماشاء اللہ صریح حکم **اوفوا اللحیٰ** داڑھی رکھوانے کو چاہتا ہے جو لوگ داڑھی کے منڈوانے میں بے باک ہیں میں ان کی نسبت عمدہ رائے نہیں رکھتا۔

سوال سوم۔ پیر گولڑی کا مرید اعتراض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ام المومنین علیہا السلام کو پاس جانا یا زمین رکھدی ہے رہن ناجائز ہے۔

جواب سوم۔ عدم جواز رہن کا فتویٰ میں امید نہیں کرتا کہ پیر گولڑی نے از خود کسی مرید کو دیا ہو۔ کیونکہ پیر گولڑی [illegible] دانستہ قرآن شریف کی مخالفت کیونکر کر سکتا ہے حالانکہ اس میں تو صاف موجود ہے۔

وان لم تجدوا کاتبا فرھان مقبوضۃ

اور نہ مجھے یہ وہم ہو سکتا ہے کہ پیر صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے ناواقف ہوں ان کے مریدوں نے از خود یہ تجویز کر لیا ہوگا کہ رہن ناجائز ہے۔ اگر وہ پیر صاحب سے ہی فیصلہ پوچھ لیتا تو شاید اعتراض نہ کرتا۔ کیونکہ پیر صاحب تو جانتے ہیں کہ رہن اور رہن کا قبضہ ایسی چیز ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فوت ہونے پر آپکی زرہ ایک یہودی کے پاس گرو تھی۔ ہمیں سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ معترض نے یہ اعتراض کیوں کیا ہے کیونکہ اس کا ایسا اعتراض رہان مقبوضہ کے لحاظ سے اسی قرآن کا مخالف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل درآمد کے لحاظ سے آپ کے اتباع کا مخالف ہے پھر فقہ حنفی میں کتاب الرہن موجود ہے اسکا بھی مخالف۔ پھر میں یقین کرتا ہوں کہ صاحبزادگان تونسہ شریف کے پاس بھی زمینیں رہن ہیں۔ وہ ان سے ہی پوچھ لیتا۔

سوال چہارم۔ دعا قنوت جو وتر میں پڑھی جاتی ہے۔ اس کیلئے کیا حکم ہے۔

جواب چہارم۔ قنوت وتر ایک ایسی چیز ہے کہ جس میں آئمہ کا اختلاف ہوا ہے اور قنوت اگر وتر کے اوپر۔ بہ نسبت اختلاف آثار کے امام صاحب کا صریح فتویٰ یہ ہے کہ جہاں ایسا ہی اختلاف ہو اور صریح احادیث صحیحہ سے ترجیح نہ ہو سکے تو فقہ حنفی کے موافق عمل درآمد کرنا چاہئے۔ یہ جناب الٰہی کو پسند بات ہے یہ بات میں نے اپنے کان سے سنی اور حضرت اقدس کو دیکھا۔ کسی اور شخص کا فعل ہمارے لئے حجت نہیں ہے۔ حضرت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام بفضلہ تعالیٰ ہم میں زندہ موجود ہیں ان سے پوچھ سکتے ہیں۔

سوال پنجم۔ قرآن کریم کی تحدی کی کیا حد ہے۔

جواب پنجم۔ قرآن کریم کی تحدی کی کوئی حد نہیں ہے البتہ سورہ ایک طرح حد ہے بات یہ ہے کہ بعض قرآن پر بھی صادق آتا ہے اصل بات یہ ہے کہ چونکہ انبیاء و رسل کی ترقی تدریجی ہوتی ہے اس واسطے ایک وقت عشرا اور دوسرے وقت **فاتوا بسورۃ من مثلہ** فرمایا۔ ادنیٰ صورت میں تین آیات ہی ہیں۔ پس تین آیتیں تحدی ہو سکتی ہیں۔ باقی کیفیت نہیں بتائی کہ کس بارہ میں مثل ہے اس لئے یہ عموم اور یہی تحدی کی شان اور عظمت کو بڑھانیوالا ہے نور الدین میں بھی اسے لکھا ہے۔

سوال ششم۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں قلم دوات مانگی تھی شیعہ کہتے ہیں کہ اس میں خلافت علی رضی اللہ عنہ کا لکھنا مقصود تھا۔ مگر اب نور افشاں کے ذریعہ کسی عیسائی نے لکھا ہے کہ وہ **تثلیث** پر کاربند ہونیکی ہدایت کرنا چاہتے تھے۔

جواب اتنا بڑا عظیم الشان واقعہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قلم دوات طلب فرمائیں اور کسی نے شادی ہو۔ یہ ایک ایسا عظیم الشان واقعہ تھا کہ اس کے بیان کرنیوالے بہت سارے لوگ ہوتے۔ لیکن کوئی روایت ایسی نہیں جس میں دس برس کی عمر والے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو۔ اسواسطے درایتاً یہ روایت بڑے جھگڑے میں ہے۔ نیز قرآن کریم کی نسبت علاوہ ان صفات کے جو اسکی نور اور ہدایت کہا گیا ہے یہ ارشاد ہوا ہے۔

الیوم اکملت لکم دینکم اور ایسا ہی ارشاد ہوا **اولم یکفھم انا انزلنا علیک الکتاب یتلیٰ علیھم۔**

پس تئیس برس کی نبوت میں جو کچھ فرمایا گیا تھا وہ اکمال تھا اور کافی یہی جواب حضرت عمرؓ کے اس کلام میں ہے جو بتائی گئی ہے کہ اس وقت حضرت عمرؓ نے کہا۔ حسبنا کتاب اللہ **حسبنا** بعینہ یکفی کے معنی رکھتا ہے۔

پھر خود قرآن شریف فرماتا **یبین اللہ لکم ان تضلوا** اس کا بیان اسلئے ہے کہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ۔ اور وہ کتابت بھی اسلئے تھی کہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ۔ پس یہ دونو مضمون بالکل قرآن کے مطابق ہیں آپ کو قرآن کی عمل درآمد کی تاکید کرنا مقصود تھا جو اسوقت بیان کیگئی ہو کہ نا کہ تثلیث کا ارشاد فرماتے خدا تعالیٰ سے ہمیں ہے مگر جن کا خدا ایسا ہو کہ عورت کے پیشاب گاہ سے پیدا ہو کر یہود یوں سے مار کھاتا ہوا جان دے۔ وہ عظیم الشان خدا کو بھی اسی پر قیاس کرکے جو چاہیں کہیں مگر یاد رکھیں کہ خدا ہنسی میں نہیں اڑا دیا جاتا (اولڈ ٹسٹمنٹ)

ہماں بات یوں ہوئی کہ مریم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بیوی تھیں جن کو مسلمان ماریہ کہتے ہیں اور وہ مصری **لارڈ بشپ** کی بیٹی تھیں عیسائی صاحبان اگر کہیں اس کی روایت ڈھونڈ نکالیں تو بڑا عمدہ موقعہ تھا اور سہرج بھی کیا تھا جیسے سکندریہ کے کتب خانہ کیلئے ایک روایت چھٹی صدی میں گھڑ لیگئی تھی۔ یا جیسے اس بیسویں صدی میں مسٹر سانڈرز نے حرا میں ایک کنواں ثابت کر دیا ہے کہ اسمیں ایک عیسائی کو دیکھا دیا ہوا تھا۔ اور جہاں اسقدر انجیلیں گھڑی گئی ہیں ایک روایت کا گھڑ لینا ایسے لوگوں کیلئے کیا مشکل تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تثلیث کا جھگڑا تو صحت و عافیت ہی میں چکا چکے تھے۔ جبکہ فرما دیا تھا **لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلاثۃ**۔ کیا کوئی عقلمند صحت و عافیت کے اس قطعی فیصلہ کے بعد یہ خیال کر سکتا ہے کہ مرض الموت میں آپ تثلیث بتانا چاہتے تھے۔ **فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عنداللہ**

سوال ہفتم۔ برنباس کی انجیل میں کیونکر معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے اور وہ انجیل کیونکر گم ہوگئی۔

جواب۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا انحصار انجیل برنباس یا کسی اور ایسی ہی کتاب پر نہیں۔ قرآن اور حدیث میں بھی برنباس کا نام نہیں آیا۔ اور نہ کسی متی مرقس لوقا کا نام آیا ہے۔ لیکن اسمیں کوئی کلام نہیں کہ انجیل برنباس کا پتہ ہمیں عیسائیوں ہی کی کتابوں میں ملا ہے چنانچہ ہم ذیل میں اس کے متعلق کچھ بیان کرتے ہیں انجیل برنباس میں تو صریح نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو محمدؐ ہے درج ہے۔ اور اسکو ٹالنے کیلئے یہ ناکارہ عذر پیش کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں نے کسی زمانہ میں یہ نام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کتاب برنباس میں درج کر دیا ہوگا یا خود کتاب تالیف کر دی ہوگی گویا مسلمان لوگ کسی رات کو اتفاق کرکے مسیحی کتب خانوں میں جا گھسے اور اپنی طرف سے برنباس کی انجیلوں میں جا بجا محمدؐ نبی نام درج کر دیا یا خود یونانی یا عبرانی زبانوں میں اپنی طرف سے انجیل برنباس بنا کر کئی ہزار نسخے اس کی لکھ کر پوشیدہ طور پر جبکہ عیسائی سوتے تھے وہ کتابیں ان کے کتب خانوں میں رکھ آئے لیکن ایک فاضل انگریز عیسائی جس نے کچھ تھوڑا عرصہ ہوا قرآن شریف کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے اس نے اپنے دیباچہ میں اس تقریب کے بیان میں کہ انجیل برنباس میں پیشگوئی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں موجود ہے یہ قصہ تحریر کیا ہے کہ برنباس کی انجیل پوپ سیکسٹس کے کتب خانہ میں تھی اور ایک راہب جو اس پوپ کا دوست تھا از حد اس انجیل کی تلاش میں تھا وہ پوپ کی الماری میں جبکہ پوپ سویا ہوا تھا اس انجیل کو پا کر بہت خوش ہوا اور کہا کہ یہ میری وہ مراد ہے جو مدت کے بعد پوری ہوئی اور اس انجیل کو اپنے دوست پوپ کی اجازت سے لے گیا اور نام آنحضرت کا یعنے محمد رسول اللہ کھلا کھلا انجیل میں لکھا ہوا دیکھ کر

حوالہ: قرآن کریم کے کسی حصہ کو بھی قرآن ہی سمجھتے ہیں پس اگر قرآن کا لفظ ہے تو بعض حصہ

مسلمان ہوگیا۔ پس اس فاضل انگریز٭ کی اس تحریر سے جو ہمارے پاس موجود ہے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ یہ کتاب پولوس کی کتبی نون چاروں انجیلوں میں شامل کرکے عزت کی آنکھ سے دیکھی جاتی تھی تب ہی تو ایسے ایسے بزرگ اور فاضل راہب اس انجیل کو پڑھ کر مسلمان ہوتے تھے۔ پادری صاحبوں نے ہنوز تک اپنی کتابوں میں جو ہندوستان میں ایسے لوگ بہت کم ہوں گے جنکو معلوم ہوگا کہ عیسائیوں کے پاس ان چار انجیلوں کی علاوہ پانچویں انجیل بھی ہے جسکو پڑھ کر بڑے بڑے فاضل اور خداترس راہب مسلمان ہوتے رہے ہیں۔ لیکن اب پادری صاحبوں نے اسقدر اپنے مونہہ سے اقرار کرنا شروع کر دیا ہے کہ محمد صاحب کا نام ہماری انجیل برنباس میں لکھا ہوا تو ضرور ہے مگر خیال کیا جاتا ہے کہ کسی مسلمان کی لکھی یا ہتک کا ہے چنانچہ پادری ٹھاکرداس نے بھی اپنی اظہار عیسوی کے صفحہ ۳۳۴ میں کسیقدر عبارت انجیل برنباس کی جسمیں نام آنحضرت یعنے محمد رسول اللہ ایک پیشگوئی کی حضرت مسیح میں لکھا ہوا ہے نقل کرکے آخر میں یہی ناکارہ اور فضول عذر پیش کر دیا ہے کہ یہ یا تو کسی عیسائی کا اور یا کسی مسلمان کا جعل ہے لیکن اب تک عیسائی لوگ مسلمانوں کے ان سوالات کے مدیون ہیں کہ وہ جعل کس مسلمان نے کیا اور کب کیا اور کس کس کی رو سے کیا اور کیوں وہ جعلی کتاب پولوس کے متبرک کتبی نون میں الہامی کتابوں کے ساتھ بعزت تمام رکھی گئیں اور کیوں بڑے بڑے راہب اور فاضل پادری ان کتابوں کو پڑھ کر اور فی الحقیقت سچ سمجھ کر دین اسلام قبول کرتے رہے۔ آخر در خانہ کس است حرفے بس است

٭ اس انگریز کا نام جارج سیل صاحب ہے جو اکابر علماء عیسائیوں سے ہے ان کا ترجمہ قرآن شریف جو ان کی طرف سے شائع ہوا مطبع لنڈن فریڈرک وارن اینڈ کمپنی میں چھپا ہے اس کے پہلے دیباچہ میں مؤلف موصوف نے یہ عجیب تذکرہ کیا کہ ایک بزرگ راہب انجیل برنباس پڑھ کر اور اسمیں پیشگوئی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت نہایت کھلے طور پر پاکر مسلمان ہوگیا تھا اسطور پر جو نیچے لکھا جاتا ہے بیان کیا کہ فرامرینو جو ایک عیسائی مانک یعنے ایک بزرگ راہب تھا۔ بیان کرتا ہے کہ اتفاقیہ مجھکو ایک تحریر ایرینس صاحب کی جو ایک فاضل مسیحیوں میں سے ہے منجملہ اسکی اور تحریروں کے جن میں وہ پولوس کے برخلاف ہے نظر سے گذری اس تحریر میں ایرینس صاحب (جو پولوس عدو کے الف ہیں) اپنے بیان کو اسناد [illegible] کا حوالہ دیتے ہیں۔ تب میں [illegible] کا نہایت شائق ہوا کہ انجیل برنباس کو میں بھی دیکھوں۔ اور اتفاقاً تقریب یہ نکل آئی کہ خدائے تعالیٰ کے فضل و کرم نے پوپ ہیکم کا مجھ سے اتحاد دوستانہ کرا دیا۔ ایک روز جناب پوپ موصوف کی کتب خانہ میں ہم دونوں اکٹھے تھے اور پوپ صاحب سو گئے تھے میں نے دل بہلانے کو ان کی کتابوں کا ملاحظہ کرنا شروع کیا سو سب سے پہلی جس کتاب پر میرا ہاتھ پڑا وہ وہی انجیل برنباس تھی جسکا میں متلاشی تھا اس کے مل جانے سے مجھے نہایت درجہ کی خوشی پہنچی اور میں نے سوچا کہ ایسی نعمت کو آستین کے نیچے چھپا رکھوں تب میں پوپ صاحب کے جاگنے پر ان سے رخصت ہوکر وہ آسمانی خزانہ اپنے ساتھ لے گیا جس کے پڑھنے سے مجھے دین اسلام نصیب ہوا۔ دیکھو صفحہ دہم سطر چہارم ترجمہ قرآن شریف۔ جارج سیل صاحب پھر صفحہ ۸۵ سطر ۲۴۔ اسی ترجمہ میں جارج سیل صاحب اپنے عیسائی تعصب کے جوش سے یہ بے دلیل اور مہمل رائے لکھتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ انجیل برنباس میں لفظ پیری قلیط (جس کا ترجمہ محمدی ہے) مسلمانوں نے داخل کر دیا ہوگا مگر یقین کیا جاتا ہے کہ یہ کتاب اصل جعل مسلمانوں کا نہیں یعنی مسلمانوں نے اوسمیں صرف اسقدر جعل کیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آنیکی پیشگوئی بتصریح نام اسمیں لکھ دی ہے اور جعل یہ اسلئے ٹھہرا کہ یہ پیشگوئی بصراحت تمام اسمیں موجود ہے جس کا ماننا حضرات عیسائیوں کو کسیطرح سے منظور ہی نہیں اور لطف یہ کہ آپ ہی اقراری ہیں کہ اس پیشگوئی کو پڑھ کر بڑے بڑے نیک بخت اور فاضل راہب مسلمان ہوتے رہے ہیں۔

باقی آئندہ

دارالامان کا ہفتہ

۱۔ اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام گورداسپور تشریف رکھتے ہیں۔ ۲۸ و ۲۹ مئی ۱۹۰۴ء کو بوجہ تعطیل اعلیٰ حضرت قادیان تشریف لے آئے تھے۔ ۳۰ مئی ۱۹۰۴ء کی صبح کو واپس تشریف لے گئے۔

خاندان رسالت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بخیریت ہے۔

۲۔ بزرگان ملت حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب اور مولانا حکیم الامت دارالامان میں ہیں۔ فاضل امروہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ گورداسپور تشریف رکھتے ہیں۔

۳۔ موسم میں خاصی تبدیلی ہو چلی ہے ہر روز اندھیاں آتی ہیں کبھی کبھی ترشح بھی ہو جاتا ہے۔

حالات مقدمہ

مقدمہ کی حالات اس سے زیادہ کچھ نہیں ہیں۔ کہ بمقدمہ خاکسار ایڈیٹر بنام کرم الدین وغیرہ ۷ جون بغرض بقایا شہادت استغاثہ مقرر ہوئی ہے جسمیں حافظ محمد عبد القدوس صاحب قدسی اور بابو غلام حیدر خان صاحب صاحب تحصیلدار پنڈ دادنخان کی شہادت ہوگی۔

اور بمقدمہ کرم الدین بنام حضرت اقدس و حکیم فضل الدین صاحب مولوی ثناء اللہ امرتسری پر جرح ہو رہی ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کی شہادت کے بعد ابھی دو گواہ اور استغاثہ کے باقی ہیں۔ مقدمہ عموماً ہر روز پیش ہوتا ہے ناظرین تفصیلی حالات کیلئے انتظار کریں۔

حالات متعلق ڈاکخانہ

افسوس سے ظاہر کیا جاتا ہے کہ متواتر دو تین نمبروں میں ہم ڈاکخانہ کے متعلق مضامین نہیں لکھ سکے۔ آئندہ اشاعت سے وہ سلسلہ بدستور جاری رہیگا۔ انشاء اللہ العزیز

مذہبی مقدمہ

ناظرین کو یاد ہوگا کہ پچھلے کسی پرچہ میں ان آریہ سماجیوں اور سناتن دھرمیوں کی لڑائی کے مقدمہ کی خبر درج ہو چکی ہے۔ ۲۰ مئی کو بمکان لالہ ایشری پرشاد صاحب خزانچی دہلی کی ایک کمیٹی ہوئی جسمیں آریہ سماجیوں نے سناتن دہرم والوں سے معافی مانگی اور راضی نامہ تحریری کرا لیا اور فریقین کیطرف سے چند اشخاص مقرر ہوئے تھے کہ جناب صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر دہلی کی کوٹھی پر جاکر عرض کریں کہ انکا راضی نامہ منظور کر لیا جاوے کیونکہ فریقین شریف آدمی ہیں۔ مگر کسی صاحب کا حوصلہ نہیں ہوا جو وہاں جاکر کچھ عرض کریں کہ ۲۴ مئی سنہ حال کو اس مقدمہ کی پیشی ہوئی ملزمان بھی حاضر عدالت تھے ملزمان کی جانب سے بڑے بڑے وکیل پیروکار مقدمہ تھے۔ بروقت پیشی مقدمہ کے فریقین کے وکلاء نے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر دہلی سے عدالت میں عرض کیا کہ فریقین میں باہم سلوک اور اتفاق ہوگیا۔ اور لڑائی کا فیصلہ ہو چکا ہے اور بمکان لالہ ایشری پرشاد صاحب خزانچی دہلی کے فریقین گلے مل چکے ہیں اب کوئی تنازعہ باہمی نہیں رہا ہے۔ فریقین کا راضی نامہ منظور کر لیا جاوے کیونکہ یہ شریف لوگ ہیں اور آپ کی اطمینان کیلئے لالہ ایشری پرشاد صاحب خزانچی اور لالہ سلطان سنگھ صاحب اور مسٹر راج نراین بیرسٹر ایٹ لا رائے بہادر لالہ ایشری کرشن داس صاحب کورٹ والے ہیں جو اس پر عدالت نے ان کا راضی نامہ منظور کیا اور فریقین کو جرم سے بری کر دیا اور آئندہ کیلئے تنبیہ کی گئی۔ ایک اور تحریر سے معلوم ہوا کہ جینیوں نے بتاریخ ۶ ماہ مئی سنہ ۱۹۰۴ کو بنام پنڈت جمنا داس آریہ سماجی اور رامچند مالک مطبع بر دفعہ ۲۹۵۔ الف ۱۹۲ تعزیرات ہند بابت کتاب جین مت سملوچنا باجلاس صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے دعویٰ دائر کیا جو دو ملزمان کے نام وارنٹ گرفتاری اور ایک ملزم کے نام سمن جاری ہوکر ۱۱ مئی تاریخ پیشی مقرر ہوئی چونکہ یہ مقدمہ ۱۱ مئی سنہ ۱۹۰۴ کو پیش ہوا۔ مدعیان کیطرف سے کلارنس کرک پیٹرک صاحب بیرسٹر ایٹ لا تھے اس پیشی پر ایک ملزم حاضر عدالت ہوا اور دو ملزمان پر وارنٹ کی تعمیل نہیں ہوئی لیکن ملزمان کے وکیل نے عدالت سے درخواست کی کہ عدالت حکم دے کہ ان دونوں ملزمان کی ضمانت داخل کر دی جائے تاکہ ملزمان حاضر عدالت ہو جائیں لیکن مدعیان کے وکیل نے اس بات کو منظور نہیں کیا اور جواب دیا کہ جب تک ملزمان حاضر عدالت نہ ہوں گے اس وقت تک ان کی ضمانت نہیں ہو سکتی کیونکہ وارنٹ کی تعمیل ابتک نہیں ہوئی۔ اس پر عدالت نے ۱۸ تاریخ مئی سنہ ۱۹۰۴ مقرر کی۔ چنانچہ ۱۸ مئی سنہ ۱۹۰۴ کو یہ مقدمہ پھر پیش ہوا فریقین کیطرف سے وکیل پیروکار تھے۔ پنڈت جمنا داس بھی حاضر تھا رامچند مالک مطبع بھی خود حاضر عدالت ہوا۔ جو عدالت نے پانسو روپیہ کی ضمانت نقدی۔ مگر پنڈت شمبو دت شرما غیر حاضر تھا۔ اسوجہ سے کوئی کارروائی مقدمہ نہیں ہوئی اور ۳۱ تاریخ مئی سنہ ۱۹۰۴ کو پھر پیشی مقرر ہوئی۔ (سناتن دہرم گزٹ)

حضرت حکیم الامت کا دوسرا وعظ

گذشتہ اشاعت سے آگے

پھر نماز میں ایک خاص قسم کا فیضان اور انوار نازل ہوتے ہیں کیونکہ خدا تعالے کا برگزیدہ بندہ ان میں ہوتا ہے اور ہر ایک شخص اپنے ظرف اور استعداد کے موافق ان سے حصہ لیتا ہے **پھر امام** کے ساتھ تعلق بڑھتا ہے اور بیعت کے ذریعہ دوسرے بھائیوں کے ساتھ تعلقات کا سلسلہ وسیع ہوتا ہے۔ ہزاروں کمزوریاں دور ہوتی ہیں جنکو غیر معمولی طور پر دور ہوتے ہوئے محسوس کر لیتا ہے اور پھر ان کمزوریوں کے بجائے خوبیاں آتی ہیں جو آہستہ آہستہ نشو و نما پاکر اخلاق فاضلہ کا ایک خوبصورت [illegible] بن جاتے ہیں۔

یہ مت خیال کرو کہ ہم یہاں آتے ہیں اور کچھ نہیں لے جاتے ہیں بہت کچھ ساتھ لے جاتے ہیں مگر یہ لینا اپنی استعداد کے موافق ہوتا کر جس جس قدر انسان اپنا دل صاف کرتا اور نیکی کے قبول کرنے کی اہلیت رکھتا ہے اسی قدر وہ ان فیضانوں سے حصہ لیتا ہے۔

جسطرح بچہ پرورش پاتا اور نشو و نما پاتا ہے اسیطرح نیکیوں اور بدیوں کا بھی نشو و نما ہوتا ہے۔ جو شخص مامور کی صحبت میں رہ کر ایک دم میں چاہتا ہے کہ تبدیلی ہو جاوے وہ خدا سے ہنسی کرتا ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے لیکن ہم اس کا قانون قدرت اسی طرح پر پاتے ہیں کہ تدریجی ترقی ہوتی ہے انبیاء علیہم السلام سے بڑھ کر کون صاف دل اور پاک فطرت ہوتا ہے لیکن انکے کمالات اور ترقیات کے سلسلہ پر اگر نظر کیجاوے تو وہ بھی تدریجی ہوتے ہیں اگر کمالات تدریجی نہ ہوتے تو چاہیے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم پر یکدفعہ ہی سارا قرآن شریف نازل ہو جاتا تیئیس برس میں کیوں نازل ہوا؟ دیکھو کسان جو دانہ زمین میں ڈالتا ہے کیا وہ دوسرے ہی دن اسکے کاٹنے کے لیے آمادہ ہو جاتا ہے نہیں ایک اچھے خاصہ عرصہ تک اسے انتظار کرنا پڑتا ہے۔ پھر خدا کے اس صریح اور بین قانون کو توڑ کر جو چاہتا ہے کہ پھونک مارنے سے ولی ہو جاوے تو وہ میری رائے میں اللہ تعالے کے ساتھ ہنسی کرتا اور اسے آزماتا ہے۔

اس لیے ضروری یہ بات ہے کہ انسان عرصہ دراز تک خدا تعالیٰ کے مامور کی صحبت میں حسن ظن اور ارادت کے ساتھ بیٹھے۔ اور وفاداری اور اخلاص کے ساتھ اسکے نمونہ کو اختیار کرے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل کرے اور اسکو نیک اور اخلاق فاضلہ کا وارث بنا دے۔ میں کسی اور کو یا بت کوئی رائے نہیں دے سکتا اپنی نسبت کہتا ہوں اور اپنی کمزوریوں پر نظر کرکے خیال کرتا ہوں کہ میں اس گاؤں سے ایک گھنٹہ کے لیے بھی باہر جانا اپنی موت سمجھتا ہوں بجز ایسی حالت اور صورت کے کہ مجھے حضرت امام نے حکم دیا ہو۔

مجھے ان لوگوں پر تعجب آتا ہے جو سلسلہ بیعت میں داخل ہیں مگر یہاں نہیں آتے اور اگر آتے ہیں تو اسقدر جلدی کرتے ہیں کہ ایک دن رہنا بھی ان کے لیے ہزاروں موتوں کا سامنا ہو جاتا ہے۔ ان کے جتنے کام بگڑتے ہیں وہ یہاں ہی رہ کر بگڑتے ہیں جتنے مریض ہوتے ہیں وہ یہاں ہی رہ کر ہوتے ہیں۔ ہزاروں ہزار عذر کرتے ہیں مگر یہ بات مجھے بہت ہی ناپسند ہے مجھے ایسے عذر سنکر ڈر لگتا ہے کہ ایسے لوگ ان **بیوتنا عورۃ** کے الزام کے نیچے نہ آجائیں۔ پس جب یہاں آؤ تو امام کی صحبت میں رہ کر ایک اچھے وقت تک فائدہ اٹھاؤ۔ کسل اور بعد اچھا نہیں ہے خدا کرے ہمارے احباب میں وہ مزہ دار صحبت پیدا ہو جو وہ اس ذوق اور لطف کو محسوس کر سکیں جو ہم کر رہے ہیں۔

اللہ تعالے ستار ہے اور جبتک کسی کی بدیاں انتہا تک نہ پہونچ جاویں اور **احاطت بہ خطیئتہ** نہ ہو جاوے اور حد سے تجاوز نہ کر جاوے خدا تعالے کی ستاری کام کرتی ہے لیکن اس کے پھر ستر اٹھا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اس لیے آہستہ آہستہ پہلے کہ تمہاری بدیاں اور کمزوریاں اپنا اثر کر سکیں اور یہ زہر تمہیں ہلاک کر دے اسکی تریاق توبہ کا فکر کرو۔

اسلام ایسا پاک مذہب ہے کہ اس نے **کونفیشن** جیسی گندی تعلیم نہیں دی کہ پوپ کے سامنے انسان اپنی تمام بدیوں اور گناہوں کا اقرار کرتا ہے۔ اسلام نے اسکے بالمقابل **توبہ** کا پاک مسئلہ رکھا ہے جس میں انسان اپنے مولے کریم کے حضور اپنے درد دل کا اظہار کرتا ہے اور خاص اسی کے حضور کہتا ہے جو کچھ کہتا ہے ملائکہ تک کو اس میں شرکت کا موقع نہیں دیتا۔

انسان میں کمزوریاں ضرور ہیں اور انکے دور کرنے کے لیے اجتماع ایک عمدہ چیز ہے جسکے لیے تم بلائے گئے ہو وہ کیا چیز ہے؟ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت کا نمونہ دیکھنے کے واسطے تیرہ سو برس سے جس کے دیکھنے کو آنکھیں ترستی تھیں۔

خدا تعالے کا شکر ہے کہ اسنے ہمیں یہ وقت دیا اور پھر اس عالیشان انسان کی شناخت کی توفیق دی جو اسوقت خدا تعالی کیطرف سے مامور ہو کر آیا ہے۔

یہ وہ وقت ہے کہ اس میں پھر پتہ لگے گا کہ انسان کسطرح ترقی کرتا ہے تدریجی کمال حاصل کرتا اور کسطرح اسکے دشمنوں کو ناکامی اور نامرادی حاصل ہوتی ہے اور وہ اور اسکی جماعت بامراد اور فائز المرام ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں جسطرح صحابہ کی روحانی تربیت ہوئی اور انکی تکمیل ہوئی اسیطرح اب پھر خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ایک جماعت طیار کرے جو اسیطرح کمالات روحانی حاصل کرے۔ خدا تعالے کا کلام اب پھر نازل ہو رہا ہے جس سے قرآن کریم کی صداقتوں کی "تازہ بتازہ" تائید ہوتی ہے اور اسکے ثمرات و برکات کا تازہ بتازہ نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں کسطرح تحدیاں ہوتی تھیں اور کسطرح مخالف قومیں باوجود سر توڑ کوششوں اور مخالفتوں کے بھی ان تحدیوں کے جواب سے عاجز اور لاجواب ہوتی تھیں ہماری سنی سنائی باتیں تھیں۔ مگر آج دکھایا جاتا ہے کہ وہ تحدیاں اسطرح ہوتی ہیں۔ خدا تعالے کا راستباز مامور اور مسیح اللہ تعالی کے منشا اور تائید سے قرآن کریم کی عظمت کو ظاہر کرنے کے لیے آج تحدیاں کر رہا ہے اور ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ کسطرح مخالف شرمندہ ہو رہے ہیں اور وہ ان تحدیوں کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ساری قوم کو بلایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ تم جسکو چاہو اپنے ساتھ ملا لو اور اسکا مقابلہ کرو مگر میں حیران ہوتا ہوں کہ اگر یہ شخص کاذب ہے (معاذ اللہ) جیساکہ یہ لوگ مشہور کرتے ہیں کہ یہ عربی کا ایک صیغہ کا بھی نہیں جانتا اور اس نے کوئی باقاعدہ تعلیم نہیں پائی مگر وہ خدا تعالے کی تائید سے بول رہا ہے اسکے کلام میں اللہ تعالی کی طاقت کام کرتی ہے۔ اور یہ انسانی طاقت میں ہرگز ہرگز نہیں کہ خدا تعالے کا مقابلہ کر سکے اگر انسانی طاقت بھی ایسا کر سکتی تو پھر خدا خدا ہی نہ رہتا۔ ان لوگوں کے مقابلہ کے لیے نہ نکلنے ہی نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ راستباز ہے اور خدا تعالیٰ اسکی تائید کر رہا ہے اور وہ کاذب کی تائید نہیں کیا کرتا۔

غرض

یہ وہ زمانہ ہے کہ ہم پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تازہ کمالات کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور ان پر ایمان لاتے ہیں یہ بات بالکل سچی ہے کہ اگر یہ شخص نہ آتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات اور معجزات ایک افسانہ سے بڑھ کر نہ ہوتے جواب واقعات اور مشاہدہ کے رنگ میں نظر آ رہے ہیں اور یہ سب کچھ اسی کے طفیل سے ہے جسکے بلانے سے تم آج یہاں جمع ہو۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے وقت میں صحابہ محض اللہ تعالی کے جلال و غیرت کے اظہار کے لیے دور و دراز کے سفر کرتے تھے اور خدا تعالے کی رضا کو حاصل کرتے تھے وہی رنگ یہاں دکھایا جاتا ہے کہ ایک جماعت کو آج طیار کیا ہے جو جنگلوں کو طے کرتی ہوئی اور سمندروں کو چیرتی ہوئی دور و دراز بلاد میں جائے گی اور اسکی غرض کیا ہوگی؟ اللہ کے جلال کا اظہار اسکی گم شدہ توحید کو پھر دنیا پر ظاہر کرنا۔ کیسی پاک اور مبارک غرض ہے آج سفروں کے لیے ہر قسم کی آسایش اور سہولت کے بہم پہونچنے کی وجہ سے لوگ دور و دراز ولایتوں کے سفر کرتے ہیں اور آئے دن ایسے مسافر روانہ ہوتے ہیں مگر میں پوچھتا ہوں ان کی غرض کیا ہوتی ہے؟ دنیا اور صرف دنیا

کوئی ولایت کو جاتا ہے ماں باپ اور احباب اور وطن سے جدا ہوتا ہے اسلیے کہ وہاں جاکر بیرسٹری کا یا کوئی اور امتحان پاس کرے اور دنیا کمائے۔ پھر وہاں سے وہ کیا لاتا ہے۔ علمی یا عملی طور پر خدا کے نہ ہونے کا اقرار یہ تو روحانی ترقی ہوتی ہے اور مارل اینڈ سوشل اصلاح جو وہ کرکے آتا ہے وہ تم میں سے اکثر کو ایسے لوگوں کے دیکھنے سے معلوم ہوئی ہوگی لیکن آج یہ پہلا موقعہ ہے کہ ایک جماعت سفر کرتی ہے لیکن اس سفر کی غرض خدا اور صرف خدا ہے۔ ان لوگوں کی حالت پر جب میں نظر کرتا ہوں تو میرے دل میں انکی عظمت بڑھ جاتی ہے کیونکہ یہ پاک اغراض اور مقاصد لے کر جاتے ہیں۔

یہ اپنے احباب اور عزیزوں سے جدا ہونگے جنگل اور بیابان کاٹتے ہوئے جاوینگے۔ اور ایسی ایسے مقامات پر یہ پہنچیں گے جہاں کہ ہمیں انکی کچھ بھی خبر نہ ہوگی کہ ان کے ساتھ کیا گذر رہی ہے اگر وہ کسی مصیبت اور مشکلات میں مبتلا ہو جاویں جو سفروں میں ممکن ہے (اور ہماری دعا ہے کہ وہ ان مصائب اور مشکلات سے محفوظ رہیں آمین) تو تم میں سے کون ہوگا جو انکی اسوقت مدد کر سکے گا۔ کوئی بھی نہیں کیونکہ وہ تم سے کتنے دور ہوں گے کہ اول تو اطلاع آتی مشکل اور اسے بھی تو بہت دیر کے بعد۔ اور پھر وہاں تک پہونچنا بہت مشکل اور وقت چاہے گا۔ مگر یہ لوگ ان تمام مصائب اور مشکلات کو برداشت کرنے کے لیے طیار ہو گئے ہیں انھوں نے اپنے اعزہ اور احباب کی محبت وطن کی الفت اور آرام کی پروا نہیں اور اس سفر کو مقدم رکھا۔

تازہ الہام مقام گورداسپور

(۱) اَنْتَ مِنِّیْ وَ مِنْکَ

(۲) عَسٰٓی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ

خطبہ

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

قرآن شریف کے متعلق اسی نے اگر بتایا کہ اس مین خوارق اور معجزات کی وہی طاقت موجود ہے جو پہلے تھی۔ وہ کرامات دکھلا سکتا ہے ہبط وحی ہو سکتا ہے۔ اگر قرآن شریف کی تاثیر اور قوت اب نہین رہی۔ تو اس کا کیا فائدہ وہ چھیتا جسمین سے مصری نکل گئی ہے۔ تو وہ کیا کام آ سکتا ہے؟ لیکن اگر اسی مین مصری موجود ہو تو وہ بیشک اس قابل ہے کہ آنکھ سے دیکھے اور ہاتھ اوسکی طرف لپکے۔

تمام مسلمانون اور قومون نے اپنی کتابونکی نسبت یہ دعوے کر رکھا تھا کہ وہ اس چھیتے کی طرح ہین جسمین مصری نہین ہے لیکن خدا تعالیٰ کے اس جری اور مسیح نے آکر یہ دعویٰ کیا کہ نہین اسمین مصری موجود ہے۔ وہ بدستور شفا اور نور اور رحمت اور ہدایت ہے اس کے برکات و انوار اس کی ثمرات اور نتائج بلا تفاوت ہو کر اب بھی اسکی پیروی سے حاصل ہوتے ہین جیسا کہ اس مہبط وحی کے وقت تھے۔

اور پھر یہ دعوے نرا دعویٰ ہی نہین رہا بلکہ اسنے پر زور دلائل اور تجربون کے ساتھ اس کو ثابت کر کے دکھایا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے مگر افسوس ظالم طبع انسان ایسے محسن اور محبوب سے انکار کرتا ہے۔ اسیطرح پر اللہ تعالیٰ کی ذات اس کی صفات۔ ملائکہ۔ انبیاء و رسل اور کتاب اللہ کے مطابق لوگون مین حقیقی اور لذیذ ایمان بالکل نہ رہا تھا جو اس نے آکر پیدا کیا ہے اس نے واضح اور قوی دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ یہ ساری ہستیاں حق ہین کیا یہ چھوٹا احسان ہے؟

پھر قرآن شریف کا عظیم الشان اور مایۂ ناز مسئلہ دعا کا تھا جو اس مجید کتاب کے اول اور آخر مین لکھا ہے یعنی جیسے پہلے **اھدنا الصراط المستقیم** کی ہدایت کی آخر مین **قل اعوذ برب الناس** کہکر پھر اس مسئلہ دعا کی طرف توجہ دلائی ہے لیکن اس زمانہ مین ایک گروہ تو ایسے دعا کو محض لاشے سمجھتا تھا اس کے نزدیک دعا پر ایمان لانیسے بڑھکر بیوقوفی ہی کوئی نہین جو مانتے تھے اون کا ماننا نہ ماننا برابر ہو چکا تھا اسلئے کہ ان مین سے ایک بھی ایسا نظر نہ آتا تھا جو **قبولیت دعا** کے نمونے دکھا سکتا ہو اور جب دعا جیسی نعمت سے اہل عالم بے بہرہ ہو چکے تھے اور علمی و عملی طور پر اس سے ناواقف تھے بلکہ اس اعتقاد پر ہی ہنسی کیجاتی تھی تو اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کس پایہ کا ہو گا کیونکہ دعا ہی ایک ایسی شے ہے جو ایمان **باللہ** کو مضبوط ہی نہین بلکہ زندہ کرتی ہے اور خدا تعالیٰ کو اور اس کی تصرفات و اقتدار کو موجودہ کائنات پر رکھتا ہوا دکھا دیتی ہے۔ اس خدا کے مسیح نے ہی آکر اس مسئلہ کو بھی زندہ کیا اور **قبولیت دعا** کے تازہ بتازہ نمونے منکرین دعا کے سامنے پیش کئے اور انہیں پکار کر کہا۔

قصہ کوتاہ کن ببین از ما دعائے مستجاب

اس قسم کی آواز اس زمانہ مین کسی طرف سے نہین آتی تھی اور آ کیونکر سکتی جب تک کوئی اس مقام اور مرتبہ پر پہونچا ہوا نہ ہوتا۔

مجھے ہمیشہ حیرت ہوتی تھی کہ ایک طرف قرآن مجید اول اور آخر مین دعا کے مہتم بالشان مسئلہ کیطرف توجہ دلاتا ہے۔ اور شروع ہی مین یہ دعا سکھلاتا ہے کہ منعم علیہم کی راہ ہمین دکھا یعنی انبیاء علیہم السلام کے برکات عطا کر اس مین اللہ تعالیٰ نے اشارہ کیا تھا کہ ہر زمانہ مین قرناً بعد قرن ان کی برکات اور تاثیرات زندہ رہین گی۔ اگر کوئی شخص بھی ان برکات اور فیوض سے بہرہ ور ہونا مقدر نہین تھا تو پھر یہ دعا کیون تعلیم کی۔ کیا آج تک ایک شخص بھی ایسا نہین ہوا جو لکھ سکے کہ میری دعا قبول ہوئی ہے۔ قوم زندہ قوم اسیوقت تک ہے جب تک اس مین **دعا** کا زندہ نسخہ موجود ہے۔ اگر دعا نہین تو قوم کو مردہ کہنا چاہیئے۔

اس لئے قرآن کریم نے پہلے منعم علیہم کے برکات کے نزول اور حصول کی دعا سکھائی۔ اور آخر مین خاتمہ بالخیر کیلئے سکھایا کہ خدا کی پناہون کی دشمن خناس سے بچا۔

لیکن اگر خدا کا مسیح نہ آیا ہوتا تو جیسے اور بہت سی صداقتون کا خون ہو گیا تھا یہ مسئلہ بھی جاتا رہا تھا۔

غرض یہ اصلاح تو اس نے اندرونی طور پر کی ہے یا یہ کہو کہ احقاق حق کیا ہے۔ اب مین مختصراً دکھانا چاہتا ہون کہ ابطال باطل کیواسطے کیا کیا ہے سب سے بڑھکر ایک **باطل** جسنے سارے **حقون** پر حملہ کرنے کیلئے سارے زور لگائے اور کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کیا وہ **باطل** جسنے اللہ تعالیٰ کے مقدسین راستبازون اور نبیون کی بے ادبی کی ہے۔ **وہ عیسائی مذہب ہے**۔ یہ وہ مذہب ہے جو ایک عاجز انسان اور تمام بشری کمزوریون کے تخمیر لاغر کو خدا اور اس کو عرش پر زندہ خدا کہتا ہے اور پھر مسیح کو ایک طرف خدا کا فرزند اور خود خدا مانکر دوسری طرف اس کو لعنتی مانکر خون گرایا ہوا مانکر اپنی نجات کا موجب قرار دیتا ہے یہ ایک **کوبرا** (زہریلا سانپ ہے) جو راستی کو ہلاک کر رہا ہے اور آدم کی ابتری کو مکمل کر رہا ہے۔ اس آدم ثانی نے آکر آدم اول کا انتقام لیا ہے۔ اور ظاہر کر دکھایا ہے کہ یہ بالکل غلط ہے کہ مسیح یا کوئی اور خدا ہو۔ آدم زاد کبھی خدا نہین ہو سکتا۔ اور نہ کسی کی **لعنتی** موت اور **خون** بنی آدم کی رستگاری اور نجات کا موجب ہو سکتا ہے۔

اے عزیزو! اگر تمہین یہ معلوم ہو کہ اس آدم ثانی نے اس **باطل** کا سر کسطرح پر کچلا ہے تو مین یقین رکھتا ہون کہ تمہاری روحین وجد کرتی ہین اور تم قدوس قدوس کہتے ہوئے سجدہ مین گر پڑتے اور خدا تعالیٰ کی حمد و ستائش اور اسکی پاکیزگی بیان کرتے ہوئے سجدون کو گیلا کر دیتے خطبہ مین مین چونکہ مفصل بحث اس پہلو پر نہین کر سکتا کیونکہ وقت تھوڑا ہوتا ہے۔ اس لئے مین نہایت ہی اختصار کے ساتھ کہتا ہون کہ جو عیسائی مذہب پر چلایا گیا ہے **وہ موت مسیح** کا ہے یہ حقیقت مین یہ ایک ایسا حربہ ہے کہ جس سے عیسائی مذہب کا کچھ بھی باقی نہین رہجاتا۔ کیونکہ جب یہ ثابت ہو جاوے جیسا کہ ثابت ہو گیا ہے کہ وہ مر گیا تو وہ خدا نہین ہو سکتا اور پھر جب اوسکی **صلیبی نجات** اور رہائی ثابت ہو گئی کہ وہ صلیب پر نہین مرا تو گو بجائے خود صلیبی موت کو نجات سے کوئی تعلق نہین ہے لیکن تاہم جس عقیدہ کی بنا پر یہ مسئلہ مانا گیا ہے اگر وہی غلط ثابت ہو تو باقی کیا رہجاتا ہے؟ یہ یقیناً یاد رکھو کہ عیسائی مذہب کا سارا دار و مدار اس لکڑی پر ہے جسپر مسیح لٹکایا گیا اور اس پر اسکی موت انکے مذہب کی جان ہے۔ مگر اب دلائل قاطعہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ وہ اس لکڑی پر نہین مرا اس لئے کہ وہ خدا کا راستباز اور برگزیدہ نبی تھا اور اپنی طبعی موت سے کشمیر مین آکر مر گیا ہے۔ مسیح کی موت کے حربہ کے چلانے سے عیسائی مذہب پر موت آگئی ہے اور ان کے گھرون مین ایک ماتم برپا ہے۔

احمق اور نادان مسلمان چلاتے اور چیختے ہین اور عیسائیونکی حمایت کیلئے چلاتے ہین کہ نہین مسیح زندہ ہے۔ مگر وہ غلطی پر ہین اور اس سے آگاہ نہین مین سچ کہتا ہون کہ مسیح کی موت مین اسلام اور قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہے۔ اور سب سے بڑھکر خدا کا زندہ ہونا اسی سے ثابت ہوتا ہے اسی ایک مسئلہ سے اس زبردست باطل کو کچل ڈالا گیا۔

پھر ایک دوسری قوم جس نے اس ہندوستان مین پرورش پائی اور یہان ہی کے رہنے والی ہے اس باطل کے پیالون کو گھونٹ پی کر زندہ ہوئی تھی اس کے لئے اس کے گھر مین سے **نیوگ** کا ایک مسئلہ دکھا کر اس کا خاتمہ کر دیا اور اس کے اعتقاد مین دکھایا کہ وہ ایسے خدا کو مانتی ہے جو ایک ذرہ کو بھی پیدا نہین کر سکتا اور اپنے کسی عاشق زار اور پریمی بھگت کو بھی نجات نہین دے سکتا۔

غرض احقاق حق اور ابطال باطل کیلئے جو کچھ اس نے کیا ہے اسے غور سے دیکھو پھر تمہین اسکا حسن اور خوبصورتی نظر آئیگی۔

اب ان امور پر غور کرو اور سوچ کر جواب دو کہ کیا یہ وہی مسیح موعود نہین ہے جسکے لئے کہا گیا تھا کہ **لیظہرہ علی الدین کلہ**

جیسے بادل کے برسنے سے پہلے ٹھنڈی ہوائین چلتی ہین اسیطرح یہ ٹھنڈی ہوائین آرہی ہین قیصر جرمن چلا اٹھا ہے کہ انسان کو خدا بنانا حماقت ہے۔ انگلستان چلا اٹھا ہے کہ عیسائی مذہب کی اصلاح کرنی چاہیئے۔ مبارکات اللہم علیک وصلوٰۃ اللہ علیک ایہا المسیح

اب رسول کریم کی عزت کے دن آگئے ہین اسلئے ہم سب ملکر خدا کے برگزیدہ مسیح کی مدد کرین اور وہ یہ ہے کہ پاکیزہ چال چلین اور دل سے اسکی نصرت کی دعائین کرین +

تازہ الہامات

۳۱ مئی ۱۹۰۴ء۔ انا فتحنا لک فتحاً مبینا

یکم جون ۱۹۰۴ء (۱) انی انا الرحمٰن ساجعل لک سہولۃً فی امرک

(۲) انی انا التواب من جاءک جاءنی

(۳) ولقد نصرکم اللہ ببدرٍ وانتم اذلۃ

(۴) سلام علیکم طبتم

(۵) عفت الدیار محلہا ومقامہا (متعلق طاعون)

(۶) (رؤیا) عطر کی شیشی ہاتھ مین ہے ہاتھون پر اور پگڑی پر عطر مل رہے ہین۔

احسانِ عام

فبما رحمة من الله لنت لهم ولو کنت فظاً غلیظ القلب لانفضوا من حولک

۱- اپنے تمام ہمجنسوں سے شفقت اور نرمی برتنی تمام بنی نوع سے خیر اندیشی کرنی ان کا بھلا چاہنا بلکہ اپنی منفعت پر غیر کی منفعت کو مقدم رکھنا۔ اپنے دشمنوں، مخالفوں اور بد خواہوں سے احسان و مروت اور عموماً دوستی کرنا بلکہ اپنی مخالفوں کی خطاؤں سے درگذر کرنا اپنے دشمنوں کی بد خواہیوں کو معاف کرنا ان کی عداوت اور بزدلی پر صبر کرنا۔ اور برائی کے عوض ہمیشہ بھلائی کرنا۔ یہ عمدہ اور افضل محاسن اخلاق ہیں۔ جو ہمارے اسلام اور قرآن نے ہم کو سکھلائے ہیں۔ ہرچند کہ حکمائے سابقین کئی زمانوں کے تجربہ اور عرصہ دراز کی فکر و غور سے ایسے محاسن اخلاق کے قریب قریب پہنچے تھے۔ اور نہ کوئی ایک ہی حکیم تھا جس نے یہ سب عمدہ مکارم اخلاق کی باتیں سکھلائی ہوں گی مختلف ادوار میں حکیموں اور فیلسوفوں نے بہت کچھ سرد و گرم زمانہ دیکھ کر ان میں سے بعض بعض باتیں محاسن اخلاق کی بیان کیں الا چونکہ انسانی خیالات تھے جن کا ٹھیک ٹھیک ہر ملک و مزاج کی مختلف طبیعتوں کے اندازہ کے موافق ہونا ان حکیموں کی عقل کی دور اندیشی سے باہر تھا اور خیالات انسانی افراط و تفریط سے بھی خالی نہ تھے۔ لہذا ان پر وثوق کلی اور اعتماد قطعی بغیر وحی کے انکشاف کے ممکن نہ تھا۔ چنانچہ وہ وحی الٰہی جس کا انکشاف تمام عالم پر قرآن کے ذریعہ سے ہوا۔ اس وحی کامل نے ان سب اخلاق حسنہ کو تمام و کمال ہر ایک زمانہ اور ملک کے مناسب حال اور اندازہ کے موافق ہم لوگوں پر ظاہر و منکشف کیا +

۲- اس بارہ میں جو احکام ہم کو قرآن شریف کے ذریعہ سے ملے ہیں وہ ایسی وضع اور صورت میں نہیں ہیں کہ ان کو کسی خاص سورت یا رکوع میں بہ حیثیت مجموعی جمع کر کے رکھا ہو جو کہ تصنع اور تکلف سے خالی نہ ہوتا۔ اور جس سے گو ایک طرح کی دکھلاوے کی ترکیب اور ظاہری بندش پائی جاتی بلکہ تمام مصحف میں ان پاک احکام اور عمدہ اخلاق کو ہر ایک قسم کے ذکر میں ایسی ہی مصلحت سے متفرق بیان کیا ہے کہ پڑھنے اور سننے والوں کو ہر وقت اور ہر مضمون کے ساتھ ان نیکیوں اور اخلاق کی تنبیہ اور یاد دہانی ہوتی رہے اور اس وحی کے جس مقام کو بلا قصد اور بلا تعین پڑھا جاوے وہیں پر ان میں سے کوئی نہ کوئی نصیحت ضرور مل جاوے +

۳- ہم کو قرآن مجید یہ بات سکھلاتا ہے کہ ہم کو لازم ہے کہ بدی کے عوض میں نیکی کریں۔ اور خدا کا یہ حکم ہے کہ ہم اپنے دشمنوں کی برائی کے عوض میں بھلائی کریں۔

(۱) ویدرؤن بالحسنة السیئة اولٰئک لهم عقبی الدار (رعد ۳)

جو لوگ برائی کے عوض میں بھلائی کرتے ہیں انہی لوگوں کے لئے دار آخرت ہے۔

(۲) اولٰئک یؤتون اجرهم مرتین بما صبروا ویدرؤن بالحسنة السیئة (قصص ۵)

ان لوگوں کو دوہرا اجر ملیگا۔ اس لئے کہ انہوں نے صبر کیا۔ اور بھلائی کرتے ہیں برائی کے بدلے۔

(۳) ادفع بالتی هی احسن (مومنون ۶)

بری بات کا جواب وہ کہہ جو کہ بہتر ہے۔

یہ صاف سی بات ہے کہ قرآن مجید نے ہم کو محض حکماً یہ بات سکھلا دی یا ہم اس کو بلا تصدیق محض ایمان کی راہ سے تسلیم کر لیں۔ نہیں بلکہ ایسی نیکی کرنے کی بدیہی دلیل اور صریح نتیجہ بھی بتلا دیا۔

ولا تستوی الحسنة ولا السیئة ادفع بالتی هی احسن فاذا الذی بینک وبینه عداوة کانه ولی حمیم وما یلقٰها الا الذین صبروا وما یلقٰها الا ذو حظ عظیم۔ (حم سجدہ)

برابر نہیں نیکی اور نہ بدی۔ جواب میں تو کہہ اس سے بہتر پھر تو دیکھے کہ جس میں تجھ میں دشمنی تھی جیسے دوستدار ناتے والا اور یہ بات ملتی ہے اس کو جس کی بڑی قسمت ہے۔

(۴) پھر قرآن مجید یہ بھی سکھلاتا ہے کہ بدلا لینا گو معروف یا مقتضائے عدالت ہو۔ اور ایسا کرنا سہل بھی ہے مگر اس کی کریمانہ اخلاق کا یہی حکم ہے کہ مخالفوں کی خطاؤں اور برائیوں کو معاف کرو اور عموماً درگذر کرو۔

وجزاء سیئة سیئة مثلها فمن عفا واصلح فاجره علی الله۔ (شوریٰ ۔ ۳۸)

برائی کا بدلہ برائی ویسی ہی ہے پھر جو کوئی معاف کرے اور سنوارے تو اس کا ثواب ہے اللہ کے ذمے۔

وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به ولئن صبرتم لهو خیر للصابرین (نحل)

اگر بدلا لو تو بدلا لو اسی قدر جتنی تم کو تکلیف پہنچے اور اگر صبر کرو تو یہ بہتر ہے صبر کرنیوالوں کو۔

ولمن صبر وغفر ان ذٰلک من عزم الامور۔ (شوریٰ)

اور البتہ جس نے صبر کیا اور معاف کیا بیشک یہ ہمت کے کام ہیں۔

فاعفوا واصفحوا حتی یاتی الله بامره (بقرہ)

سو معاف کرو اور درگذر کرو جب تک بھیجے اللہ اپنا حکم۔

فاعف عنهم واصفح ان الله یحب المحسنین (مائدہ ۲)

سو معاف کر اور درگذر کر ان سے۔ اللہ بیشک دوست رکھتا ہے نیکی والوں کو۔

فاصفح عنهم وقل سلام۔ (زخرف)

تو درگذر کر ان کی طرف سے اور کہہ سلام۔

ان آیات محکمات میں قرآن نے کئی طرح پر ہم کو نصیحت کی کہ برائی کرنیوالوں کو معاف کرو۔ بدلا نہ لو بلکہ صبر کرو بخشش دو درگذر کرو اور مخالفوں سے نیکی کرو ان پر احسان رکھو۔

(۵) اور اس سے زیادہ اور بھی صاف صاف فرما دیا۔

یا ایها الذین اٰمنوا ان من ازواجکم واولادکم عدوا لکم فاحذروهم وان تعفوا وتصفحوا وتغفروا فان الله غفور رحیم۔ (تغابن)

اے ایمان والو بعضی تمہاری جوروئیں اور اولاد دشمن ہیں تمہاری۔ سو ان سے بچتے رہو۔ اور اگر معاف کرو اور درگذر کرو اور بخشو تو اللہ ہے بخشنے والا مہربان۔

دیکھو اس میں دشمنوں کے حق میں بھلائی اور احسان کیوا سطے کیسی تاکید کے الفاظ فرمائے ہیں معاف کرنا۔ درگذر کرنا۔ بخشش دینا۔ اور اس پر بھی آخیر میں اشارہ کیا ہے کہ خدا غفور و رحیم ہے۔ پس تم بھی اپنے دشمنوں سے ایسی خصلت بخشش اور رحم کی اختیار کرو۔

(۶) قرآن شریف نے ہم کو یہ بات بھی اچھی طرح سے واضح کر دی کہ ہماری یہ خصلت کہ ہم اپنے دشمنوں سے مہربانی کریں۔ ان کی برائیوں سے درگذر کریں۔ کیوں پسندیدہ ہے اور ہم کیوں ایسی رعایتیں اور عنایتیں اپنے مخالفوں سے کریں۔ چنانچہ لکھا ہے۔

ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر الله لکم۔ (نور ۔ ۲۳)

اور چاہئے کہ معاف کریں اور درگذر کریں۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ معاف کرے تم کو۔

اس میں صاف سمجھا دیا کہ چونکہ تم اپنے گنہگاروں خطاکاروں۔ دشمنوں اور مخالفوں سے ایسا شیوہ عفو و غفران کا اختیار کرو گے تو خدا بھی تمہاری خطاؤں سے درگذر کریگا۔

اس فقرہ میں "الا تحبون ان یغفر الله لکم" بڑی حکمت بھری ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ خدا ہماری خطاؤں کو معاف کرے تو لازم ہے کہ ہم بھی اپنے خطاکاروں کی تقصیریں معاف کریں۔ اگر ہم توقع رکھتے ہیں کہ خدا ہم کو بخشے تو ضرور ہے کہ ہم بھی اوروں کی خطائیں بخشدیں یہ آیت ہم کو صاف یہ سکھلاتی ہے کہ ہم ہمیشہ خدا سے یہ دعا کریں کہ جیسے ہم اپنے تقصیرواروں کو معاف کرتے ہیں ویسے ہی خدا بھی ہماری تقصیریں معاف کرے۔

(۷) باہم کی معاشرت میں (خواہ ہمارے اہل معاشرت مسلمان ہوں یا غیر مسلمان دوست ہوں یا مخالف) عدل و احسان برتنا اور انصاف مد نظر رکھنا ایک حکم محکم اور امر لازم ہے۔

ان الله یامر بالعدل والاحسان (نحل)

اللہ حکم کرتا ہے انصاف کرنیکو اور بھلائی کرنیکو۔

وتعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان (مائدہ ۲)

آپس میں مدد کرو نیک کام پر اور پرہیزگاری پر اور نہ مدد کرو گناہ پر اور زیادتی پر۔

پھر اس کو بھی واضح کر کے صاف سمجھا دیا کہ کسی قوم کی عداوت تم کو عدل کرنے سے باز رکھے اور کسی جماعت کی دشمنی تم کو انصاف کرنے سے نہ روکے تم سب اپنے دوستوں سے اور دشمنوں سے عدل اور احسان اور انصاف برابر قائم رکھو۔

یا ایها الذین اٰمنوا کونوا قوامین لله شهداء بالقسط ولا یجرمنکم شناٰن قوم علیٰ الا تعدلوا اعدلوا هو اقرب للتقویٰ (مائدہ ۲)

اے ایمان والو کھڑے ہو جایا کرو اللہ کیلئے گواہی دینے کو انصاف کی اور ایک قوم کی دشمنی کے باعث عدل نہ چھوڑو۔ عدل کرو یہی بات لگتی ہے تقویٰ سے۔

(۸) بعض نکتہ چین ظاہر بین مخالفان اسلام نے ان ظاہر اور روشن احکام سے تغافل کر کے ایسا گمان کر لیا کہ گویا قرآن ایسے احکام عفو عام بخشش تام اور محاسن اخلاق سے خالی ہے اور اسی قدر پر اکتفا بلکہ اور بھی ترقی کر کے سمجھے کہ قرآن میں بعض احکام ان نیکیوں کے برخلاف ہیں۔ کبرت کلمة تخرج من افواههم ان یقولون الا کذبا۔

تمام محاسن اخلاق کے پیشوا اور سب نیکیوں کے مولیٰ ہمارے پیغمبر خدا ہیں۔

ولکم فی رسول الله اسوة حسنة۔

اور ہم کو ان کے افعال کا کیا اچھا نمونہ ملا ہے کہ وہ اپنے سب دوستوں اور دشمنوں سے کمال نرمی شفقت اور رحمت سے پیش آتے ہیں اور یہ صرف دعویٰ ہی نہیں ہے بلکہ اس کی دلیل بھی بدیہی موجود ہے کہ اگر پیغمبر خدا کے اخلاق ایسے نہ ہوتے تو یہ جتنے لوگ ان کے ساتھ ہو رہے تھے اور مخالفین تھے ان سے لوٹ کر آئے تھے ان میں سے ایک بھی نہ آتا کسی بد مزاج خشونت کرنیوالے کے پاس کوئی نہیں آتا بلکہ یہ شفقت اور اخلاق نرم دلی اور لینت ہے جو سب کو اپنا ہو یا بیگانہ کھینچ لاتی ہے۔ دیکھو وہ آیت قرآن جو ہمارے مضمون کی زینت عنوان ہے اس پر پھر نظر کرو اور پڑھو کہ خدا پیغمبر سے فرماتا ہے

فبما رحمة من الله لنت لهم ولو کنت فظاً غلیظ القلب لانفضوا من حولک فاعف عنهم واستغفر لهم۔

یہ کچھ خدا ہی کی مہر ہے کہ تو ان کو نرم دل ملا اور اگر تو سخت اور سنگدل ہوتا تو وہ تیرے پاس سے بھاگ جاتے سو تو ان کو معاف کر اور ان کے لئے دعائے مغفرت کر۔

پس ہم کو قرآن شریف کے احکام اور پیغمبر کے نمونہ سے بھی واجب و لازم ہے کہ ہم اپنے دشمنوں اور مخالفوں سے بھی بہ نرمی و محبت پیش آویں ان کے ساتھ نیکی اور بھلائی کریں اور باہم برادرانہ برتاؤ کریں تاکہ بدگمانی کی غلط فہمی ہماری قول اور فعل سے دور ہو جاوے +

(۹) مگر اس میں شک نہیں کہ فرق مراتب ضرور ہے

ہم کو عام محبت کا حکم ملا ہے مگر یہ مراد نہیں کہ جو اور محبت خاص کہ اہل ایمان سے کیجاتی ہے جس کا مرتبہ عام محبت سے زیادہ بڑا ہے اور اخلاق غیر ایمان والوں سے بھی جاری ہیں۔ چنانچہ جو شدت کفار کی سرزنش میں ان سے عصیان فرمائی فساد اور ناحدا ترسی کیوجہ سے (اگرچہ وہ بھی نرمی اور سلامتی کے ساتھ) ان سے برتی جاتی ہے۔ اور جو محبت ایمانی اور خاص دوستی جس کہ ایمان کی حیثیت سے ہے وہ نہیں مستحق ہیں۔

(علاوہ دیگر عام دوستی کے جو مقتضائے فطرت انسانی ہر ایک انسان کو کرنی چاہیئے) ان دونوں باتوں کی تفاوت پر اس آیت میں اشارہ ہوا ہے

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم

محمد رسول اللہ کا اور جو اس کے ساتھ ہیں زورآور ہیں کافروں پر اور نرم دل ہیں آپس میں۔

پس یہی فرق اور امتیاز ہے جو مندرجہ بالا اور اس کو ہم مضمون آیتوں میں بیان ہوا ہے اور اسی فرق اور امتیاز کی اعتبار پر قواعد جنگ اور قتال میں نامناسب ہے کہ مسلمانوں کے گروہ کے آدمی مخالفین اور مقاتلین سے محبت کر کے اپنی ضعف اور شکست کا باعث ہوں۔ مگر صاف صاف کہدیا کہ جو دشمن اور مخالف تم سے دین کی بابت قتال نہیں کرتے ان سے نیکی اور انصاف کرو کیونکہ خدا نیکی کرنے والوں اور انصاف کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے۔ صرف انہیں لوگوں سے ایسی دوستی منع کیگئی ہے جو کہ دین کی بابت مسلمانوں سے لڑتے تھے اور جنہوں نے مسلمانوں کو گھر سے نکالا اور اس پر ایک دوسرے کی مدد کی۔

لا ینہاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروہم وتقسطوا الیہم ان اللہ یحب المقسطین۔ انما ینہاکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاہروا علی اخراجکم ان تولوہم ومن یتولہم منکم فاولئک ہم الظالمون۔ (ممتحنہ)

اللہ تم کو منع نہیں کرتا ان سے جو لڑے نہیں تم کو دین پر اور نکالا نہیں تم کو تمہارے گھروں سے کہ ان سے کرو بھلائی اور انصاف کا سلوک۔ اللہ چاہتا ہے انصاف والوں کو۔ اللہ صرف منع کرتا ہے تم کو ان سے جو لڑے تم سے دین پر اور نکالا تم کو تمہارے گھروں سے۔ اور مدد کی تمہارے نکالنے پر کہ ان سے کرو دوستی۔ اور جو کوئی ان سے دوستی کرے تو وہ لوگ ہیں گنہگار۔ پس جنگ و قتال کی حالت کا ایک خاص قاعدہ ہماری معاشرت کا دستور العمل نہیں ہے بلکہ ہماری حسن معاشرت کا حکم عام ہی ہے۔

لا ینہاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم

ان تبروہم وتقسطوا الیہم ان اللہ یحب المقسطین۔

(۱۰) یہ بات کہ منافقوں اور کافروں سے ان کی شرارت اور فساد کی وجہ سے ان کی سرزنش اور تنبیہ اور غلظت فی القول کرنے میں وہ رعایت عام دوستی اور صلح و آشتی کی برتنی چاہیئے۔ اور یہ سرزنش بھی نرمی و سلامتی کے ساتھ کرنی چاہیئے اس کے ثبوت میں قرآن شریف کہ یہ احکام ہیں

۱۔ فاصفح عنہم وقل سلام۔ سو درگذر کر ان سے اور کہہ سلام ہے۔ (زخرف)

۲۔ اذا خاطبہم الجاہلون قالوا سلاما۔ اور جب بات کرنے لگیں ان سے بے سمجھ لوگ تو کہیں صاحب سلامت۔

۳۔ ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلہم بالتی ہی احسن (نحل)

بلا اپنے رب کی راہ پر پکی بات سمجھا کر اور نصیحت کر کر بھلی طرح اور بحث کر اسطرح جو احسن ہو۔

۴۔ ولا تجادلوا اہل الکتاب الا بالتی ہی احسن۔ نہ جھگڑو تم اہل کتاب سے مگر اسطرح سے جو سب سے بہتر ہو۔

۵۔ واعرض عنہم وعظہم وقل لہم فی انفسہم قولا بلیغا۔ (نساء)

اور ان سے درگذر اور ان کو نصیحت کر اور ان کو حق میں کی بات کہہ۔

ان آیتوں کے حکم سے ہم کو لازم ہے کہ جب ہم اہل معاصی اور کفار سے سرزنش کریں اور ان سے فساد اور ناخدا ترسی پر ملامت کریں تو اس کو نیک طریقہ سے نرمی کیساتھ بحال اخلاق سمجھاویں۔

(۱۱) اس مقام پر یہ مسئلہ اکراہ کا بیان بھی ضرور ہے کہ آیات قرآن مجید میں تو مخالفوں سے ایسی نیکیاں اور نیک سلوک کرنیکا حکم ہے اور فہمائش اور سرزنش میں بھی اخلاق کی رعایت پر ضرور ہے تو ایسی صورت میں مسلمان ہونے پر مجبور کرنا کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ مگر ہمارے پاس ایک ذخیرہ عدم اکراہ کے احکام کا موجود ہے جس سے یہ شبہ ہو ہی نہیں سکتا کہ مذہب کے باب میں زبردستی کا حکم ہوا ہو یا کبھی جبر کیا گیا ہو۔

(۱) فذکر انما انت مذکر لست علیہم بمصیطر۔ (غاشیہ)

پس تو سمجھا تیرا کام سمجھانا ہے تو ان پر داروغہ نہیں

(۲) قل اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول فان تولوا فانما علیہ ما حمل وعلیکم ما حملتم وان تطیعوہ تہتدوا وما علی الرسول الا البلاغ المبین۔ (نور)

تو کہہ حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا۔ پھر اگر تم منہ پھیرو گے تو اس کا ذمہ ہے جو اس پر رکھا اور تمہارا ذمہ ہے جو تم پر رکھا۔ اگر اس کا کہا مانو تو راہ پاؤ اور پیغام والے کا ذمہ نہیں مگر پہنچا دینا۔

(۳) فان تولوا فانما علیک البلاغ۔

پھر اگر وہ پھر جاویں تو تیرا ذمہ صرف پہنچا دینا ہے۔

(۴) من یطع الرسول فقد اطاع اللہ ومن تولی فما ارسلناک علیہم حفیظا۔

جس نے حکم مانا رسول کا اس نے حکم مانا اللہ کا اور جو الٹا پھرا تو ہم نے تجھکو نہیں بھیجا ان پر نگہبان

(۵) اتبع ما اوحی الیک من ربک لا الہ الا ہو واعرض عن المشرکین (انعام)

تابعداری کر تو خدا کی جو تیرے حکم آیا جسکا کوئی شریک نہیں ہے اور مت التفات کر مشرکوں کیطرف۔

(۶) افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مومنین (یونس)

اب کیا تو زور کریگا لوگوں پر کہ ہو جاویں با ایمان

(۷) وما انت علیہم بجبار فذکر بالقرآن من یخاف وعید۔ (ق)

اور تو نہیں ان پر زور کرنیوالا سو تو سمجھا قرآن سے اس کو جو ڈرا میرے وعدے سے۔

(۸) اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول فان تولیتم فانما علی رسولنا البلاغ المبین (تغابن)

کہا مانو اللہ کا اور رسول کا پس اگر وہ پھر جاویں تو ہمارے رسول کا ذمہ صرف پیغام پہنچا دینا ہے

(۹) ان ہذہ تذکرۃ فمن شاء اتخذ الی ربہ سبیلا۔ (دہر)

یہ ایک نصیحت ہے پس جو کوئی چاہے اپنے رب کی راہ اختیار کرے۔

(۱۰) لکم دینکم ولی دین۔ (کافرون)

تمہیں تمہارا دین اور مجھے میرا دین۔

(۱۱) لا اکراہ فی الدین۔

دین میں کچھ زبردستی نہیں۔ (بقر)

(۱۲) یہ سب آیات محکمات ہیں جو مکہ اور مدینہ میں نازل ہوئی ہیں۔ یعنی اس زمانہ کے لئے ہیں جب اسلام میں ضعف تھا۔ اور اس وقت کی بھی ہیں جب اسلام کو تمکنت اور شوکت حاصل ہو گئی مگر ہونا کسی حالت میں جبر و اکراہ جائز نہیں رکھا گیا اس لئے وہی ایک بات ہر جگہ صاف صاف بیان کیگئی۔ اور ایسا ہی برتا بھی گیا چنانچہ عین جدال و قتال کی حالتیں بھی باوجود طرفین کی مخالفت کے جو مشرک طلبگار امن ہوکر جماعت اسلام کیطرف چلا آتا تو اس کو صرف قرآن کے پاک احکام اور نصائح سنا دینے کا حکم تھا اور جب وہ سن چکے تو اس کو وہیں پہنچا دیں جہاں اس کی امن کی جگہ ہے۔ حالانکہ یہ موقع اکراہ و جبر کا تھا مگر ایسی بات تو کبھی قرآن شریف میں روا نہیں رکھی گئی

وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ ثم ابلغہ مامنہ ذالک بانہم قوم لا یعلمون۔ (براۃ)

اگر کوئی مشرک تجھسے پناہ مانگے تو اس کو پناہ دے جب تک وہ سن لے کلام اللہ کا پھر پہنچا دے اس کو جہاں وہ نڈر ہو یہ اسواسطے کہ وہ لوگ علم نہیں رکھتے۔ یہ آخری فقرہ صاف دلالت کرتا ہے کہ ان لوگوں کو اسلام کے محاسن اور قرآن کے مکارم اخلاق کی خبر نہیں۔ اس لئے وہ جانتے نہیں ہیں کہ اسلام کیا چیز ہے۔ پس ان کو مسلمان کرنیکا یہی ذریعہ ہے کہ ان کو قرآن سنایا جاوے اور اسکی افضل تعلیم اور عمدہ نصائح سننے والے کے دل میں اثر کریں۔

(۱۳) یہاں ذکر مقاتلات اسلامی کا آگیا اور ہم کو اس کے ضمن میں یہ لکھنا مناسب معلوم ہو گا کہ مقاتلات اسلامی کی منشاء صرف مدافعت تھی اور یہی غرض تھی کہ مشرکین کے ظلم و عدوان سے ضعفائے مسلمین کو نجات ملے اور ان کو بے روک لوک خدا کی عبادت کا موقع ملے۔ اور مخالفوں کی زیادتی اور موذی کفار کا ظلم و ستم دور کیا جاوے اور ان کی لڑائی بند ہو جاوے یہ غرض نہیں ہے کہ وہ جبراً مسلمان ہو جاویں

ولولا دفع اللہ الناس بعضہم ببعض لہدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد (حج)

اگر نہ ہٹا یا کرتا اللہ لوگوں کو ایک کو ایک سے تو ڈھائے جاتے تکیے اور مدرسے اور عبادتخانے اور مسجدیں

وما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ہذہ القریۃ الظالم اہلہا (نساء)

کیا وجہ کہ تم خدا کی راہ میں نہ لڑو حالانکہ کمزور مرد اور عورتیں اور بچے کہتے ہیں کہ یارب ہم کو اس شہر سے جس کے لوگ ظالم ہیں نکال لے۔

عسی اللہ ان یکف باس الذین کفروا (نساء)

قریب ہے کہ اللہ بند کرے لڑائی کافروں کی

اس بات کے کہنے کی ضرورت نہیں کہ مدافعت کی لڑائی میں ابتدا مخالفوں کیطرف سے ہونی چاہیئے کیونکہ انہیں کے ظلم و عدوان پر بنا چار مدافعت کی ضرورت پڑی اور یہی بات قرآن شریف میں بھی منصوص ہے

وہم بدؤکم اول مرۃ۔ اور مسلمانوں کو حکم ہوا تھا کہ تم ہرگز ابتدا نہ کرو ولا تعتدوا

(۱۴) مخالفوں سے تو علی العموم قرآن شریف میں ایسی نیکیاں اور احسان کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور عین حالت جنگ و جدال کی وہ شفقت اور کریمانہ برتاؤ ہے جو سورہ براۃ کی پانچویں آیت سے نقل کیا گیا کہ جو مشرک مسلمانوں کی پناہ میں آوے اس کو قرآن کے احکام و نصائح سنا کر یہاں تک اس سے رعایت کیجاوے کہ جہاں اس کے امن کا مقام ہو وہاں اسے بخیر و عافیت پہنچا دیا جاوے۔ اب لڑائی کے بعد مغلوب اور مقید و مخالفوں کیواسطے عام حکم دیدیا کہ یا انہیں احسان رکھ کر مفت چھوڑ دو یا فدیہ لیکر چھوڑ دو۔

حتی اذا اثخنتموہم فشدوا الوثاق فاما منا بعد واما فداء حتی تضع الحرب اوزارہا ذلک ولو یشاء اللہ لانتصر منہم ولکن لیبلو بعضکم ببعض (محمد)

پھر جب خوب قتال کر چکو تو قید کر لو اور بعد اس یا احسان رکھ کر چھوڑ دو جبتک کہ لڑائی بند ہو جاوے۔ پھر خدا چاہے تو بدلہ لے ان سے مگر وہ تم کو جانچتا ہے۔

ہم اور ہمارے ناظرین

الحکم کی گذشتہ اشاعت میں ہم اپنے ناظرین کی توجہ اپنی سرکولر کیطرف مبذول کرا چکے ہیں فی الحال اسپر کچھ اور لکھنے کی ضرورت نہیں ہاں البتہ صبر اور استقلال کے ساتھ اس معاملہ کے حل کا انتظار کرنا چاہئے ابتدائی تاثیر نفحات کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کتنے دلوں کو ہلا سکتی ہے۔ جہاں ایکطرف میں اپنی تاثیر نفحات کا امتحان ہو جاویگا۔ وہاں قوم کی بیداری یا غفلت کا بھی اندازہ ہو سکیگا۔ قوم اگر توجہ نہ کریگی تو اسپر غفلت کا الزام عائد ہوگا کیونکہ اب اس میں اخبار کا مذاق پیدا ہو گیا ہے اور وہ اپنے لئے ضرورت اخبار کو محسوس کرتی ہے یہ وقت ہے کہ اہل الرائے اصحاب قلم اٹھائیں اور ہمارے اور اپنے فرائض پر پوری بحث کریں۔ اسوقت جو خاموش رہیگا وہ یقیناً قومی گناہ کا ارتکاب کریگا۔

ہر شخص جو کچھ بھی رائے اخبار کے متعلق رکھتا ہے اس کا فرض ہے کہ وہ اسے ظاہر کرے اخبار کی اصلاح اور بہتری کیلئے جو خیال اس کے دل میں پیدا ہوا اسے ظاہر کئے بغیر نہ رہے۔

اب ہم جو خطوط گذشتہ اشاعت کے بعد وصول ہوئے ہیں ان کے خلاصے درج کرتے ہیں

خلاصہ خطوط

۱۴۔ ایس ایم یوسف احمد صاحب اپنے خط میں لکھتے ہیں الحکم کے جو احسان ہمارے ذمہ ہیں وہ بیرون از تحریر ہیں کیونکہ یہ ہمیں ہمارے امام کی خبریں اور کلمات طیبات پہونچاتا ہے اور جس سے ہم لوگ فیضیاب ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ اسکی جزا دیگا اور اس کے صلہ میں ہم کو مناسب ہے کہ ہم بھی الحکم کی اشاعت میں سعی کریں اور حتی المقدور خریدار پیدا کریں اسلئے ایک خریدار اپنے پاس سے قیمت دیکر پیدا کیا آئندہ بھی خریدار بڑھانے کی کوشش کیجاویگی آپ بھی اس بات کا خیال ضرور رکھیں کہ وقت معین پر پرچہ شائع ہو نیکی سعی کریں۔ کیونکہ جب آپ خریداروں کی پوری طور سے خدمت کرینگے تو خریدار ایسے نہیں جو آپکو اخبار کیلئے کوشش نہ کریں۔

ایڈیٹر۔ یہ سارا ر(؟)نا تو اسی امر کیلئے ہے کہ اخبار کی کمزوریوں کی اصلاح ہو۔ اور سائز مکمل ہو۔ اور اسکی یہی صورت ہو سکتی ہے کہ اخبار کی مالی حالت مستحکم ہو۔ اگر میری تجویز پر سو آدمی بھی عمل کریں تو میں خیال کرتا ہوں کہ اسباب کی بنا پر اخبار کے سائز کی تکمیل کی اچھی صورت نکل آئیگی۔

۱۵۔ بابو کریم اللہ صاحب فورٹ لاہور سے یوں تحریر فرماتے ہیں آپکا چھپا ہوا ملفوف دربارہ توسیع اشاعت الحکم بہت دن ہوئے مجھے ملا تھا جواب دینے میں غیر معمولی دیر ہوگئی معاف فرماویں انشاء اللہ میں ہمیشہ اس امر کی سعی میں رہونگا کہ کسطرح الحکم کیلئے جدید خریدار پیدا کروں"

ایڈیٹر۔ میری دو تجویزیں تھیں انپر مزید توجہ دلاتا ہوں۔

۱۶۔ حکیم مولوی نور محمد صاحب مالک شفا خانہ نوری موکل لکھتے ہیں بجواب آپ کی اول چٹھی کے عرض ہے کہ خاکسار شروع سال سے انشاء اللہ حسب ارشاد آپکی معلومہ قیمت پر اخبار خریدا کریگا یا خریدار اخبار بنانے میں بھی ساعی رہونگا۔

ایڈیٹر۔ جزاک اللہ احسن الجزا۔ یوں آپکا اختیار ہے جب سے چاہیں خرید کریں لیکن کیوں اس نیک تحریک پر ابھی سے عمل نہ ہو۔

۱۷۔ سید روشن صاحب نا ندیر سے لکھتے ہیں آپ کا ٹکٹ زدہ لفافہ وصول ہوا کیفیت مرقومہ واضح ہوئی بے شک اس روپے بہا کے مقابل دس روپیہ کچھ قدر نہیں رکھتے ہیں لیکن ایک غیر مواجب والا اسقدر بوجھ اٹھا نہیں سکتا معاف فرماویں

ایڈیٹر۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی اور مددگار رہے۔ آمین

۱۸۔ چودھری غلام احمد خان صاحب انسپکٹر ڈاکخانجات سری نگر سے لکھتے ہیں۔ آپکی خاص چٹھی دربارہ توسیع الحکم صادر ہوکر باعث مشکوری ہوئی۔ مجھے بغیر آپکی تحریک کے ہمیشہ الحکم کی توسیع کا خیال رہا ہے۔ (ایڈیٹر بےشک)

اس چٹھی کے جواب میں کم از کم ایک خریدار ترقی الحال دیا جاوے اس لئے ایک دوست سے میں نے الحکم کا خریدار بننا منظور کرالیا ہے لیکن وہ اس شرط پر مانتے ہیں کہ میں ایک اور چار روپیہ سالانہ والا اخبار جسکے وہ حامی ہیں خرید کروں میں نے یہ بھی منظور کر لیا ہے انشاء اللہ توسیع الحکم کیواسطے آئندہ بھی کوشش جاری رہیگی دعا کریں کہ خدا کامیاب کرے میں بذریعہ خطوط اپنی دوستوں کو تحریک کرتا رہتا ہوں"

ایڈیٹر۔ چودھری صاحب واقعی الحکم کی توسیع اشاعت کیلئے ہمیشہ ساعی رہے ہیں جسکی جزا اللہ تعالیٰ انہیں دیگا جس طرز پر آپ نے الحکم کیلئے یہ خریدار دیا ہے وہ آپ کی خاص محبت اور تعلق کو بتاتا ہے جو الحکم کے ساتھ ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہنا چاہئے کہ یہ خریدار خود انہوں نے اپنی جیب سے دیا ہے۔

۱۹۔ منشی نذیر الدین احمدی صاحب بہامون سے لکھتے ہیں کہ میں دس روپیہ پر الحکم کا خریدار ہوں توسیع اشاعت کیلئے ساعی رہتا ہوں البتہ غیر ملک اور غیر قوم ہونیکے باعث اثر کم ہوتا ہے۔

۲۰۔ عالیجناب سردار محمد محراب خان گمشتی سیستان کمیشن ایک گرامی نامہ نہایت دردِ دل سے لکھتے ہیں جسکا اقتباس ہم آئندہ دینگے سردار صاحب کیطرف سے الحکم کی پسندیدگی اور اسکے کام کو ساتھ ہمدردی خاص عزت اور شکریہ کے قابل ہے۔ آپ کی رائے نہایت قابل قدر جسکی وجہ یہ ہے کہ آپ سیستان کمیشن جیسے اہم اور ذمہ داری کے نازک کام میں شریک ہونے کے باوجود قومی درد کو محسوس کر رہے ہیں اور قومی اصلاح کی تڑپ آپ میں موجود ہے۔

الحکم کی ہر دردخواستوں کے متعلق باوجودیکہ آپ ابھی تک غالباً اس سلسلہ کے ممبر نہیں ہیں نہ صرف لکھتے ہیں بلکہ عملی نمونہ پیش کرتے ہیں دس روپیہ سالانہ قیمت ہمیشہ کیلئے آپ منظور فرماتے ہیں اور دس روپیہ اس سال کیلئے بھیجدیئے دس خریداروں کے متعلق آپ لکھتے ہیں کہ میرے علاقہ اور مکامین یعنے کوئٹہ والے اور جیکب آباد کیطرف بلوچ قوم علمی مذاق سے نا آشنا محض ہے اس لئے انہیں اخبار کی اشاعت مشکل امر ہے تاہم میں کوشش کرونگا اور کمیشن کے واپس آنے پر میں اپنی گرہ سے بطور امداد یکمشت کچھ روپیہ روانہ کرونگا۔ ہم سردار صاحب کیلئے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے ارادوں میں کامیاب کرے اور خدمت دین کی توفیق دے آمین

اپنے اس لمبے خط میں سردار صاحب نے مسلمانوں کی حالت پر بھی ریویو کیا ہے جسکو ہم انشاء اللہ العزیز اگلی اشاعت میں آپ ہی کے الفاظ میں درج کر دینگے۔

سردار صاحب کے مرسلہ دس روپیہ پہونچ گئے ہیں سردار صاحب اگر اس علاقہ کے رؤسا اور خوانین میں الحکم کیلئے تحریک کریں اور اس وقت ان کا منصب اور رسوخ انہیں اچھا موقع دیتا ہے تو وہ الحکم کیلئے بلوچستان میں بہت سے خریدار پیدا کر سکتے ہیں جو دس دس روپیہ سالانہ پر الحکم خرید سکتے ہیں بلکہ خاص طور پر الحکم کی مدد کر سکتے ہیں

اور اگر یہ خیال ہو کہ ان لوگوں میں اردو زبان اچھی طرح رائج نہیں ہے تو ان لوگوں کی خاطر الحکم کے چار صفحہ زائد فارسی میں کر دیئے جا سکتے ہیں بشرطیکہ کم از کم دو سو خریدار الحکم کیلئے سردار صاحب بہم پہونچائیں جو دس روپیہ سالانہ دینے کو رضامند ہوں۔ اس صورت میں الحکم ان لوگوں کیلئے زیادہ مفید اور کارآمد ثابت ہو سکیگا۔ اور بلوچستان کے ان خوانین اور چیفس کو جو کچھ فائدہ پہونچیگا اس کا بہت بڑا ثواب سردار صاحب موصوف کو ہوگا۔ اگر سردار صاحب مسلمانوں کے ادبار و زوال کو محسوس کرتے ہیں اور انکی ترقی کی راہ اسلام ہی پر قائم ہونا سمجھتے ہیں جو بالکل درست ہے تو اس خدمت کیلئے انہیں قدم آگے بڑھانا چاہیے کیونکہ الحکم کے نزدیک بھی مسلمانوں کی ترقی کا اصل راز یہی ہے کہ وہ **اسلام کے سچے پیرو ہو جائیں**۔ ہم امید کرتے ہیں کہ سردار صاحب اس خدمت دین کے پہلو کو فراموش نہ کرینگے۔ اور بلوچستان کے رؤساء میں یہ مبارک تحریک کرینگے۔

عجیب واقعات

چین اب تک بڑے تاریک توہمات کا گہر بنا ہوا ہے۔ شمالی چین میں ایک گھنٹہ ہے جو ایک صدی سے ہر وقت بجتا رہتا ہے۔ یہ نتیجہ کسی مشین (کل) سے پیدا نہیں کیا جاتا بلکہ کل شہر کے باشندگان بخوشی ایک ٹیکس دیتے ہیں جسکی آمدنی سے ہر وقت گھنٹہ بجانے کیلئے کافی ملازم رکھے ہوئے ہیں جب ایک تھک جاتا ہے۔ تو اسکی جگہ دوسرا لے لیتا ہے۔ اس شہر کے چینی باشندوں کا عقیدہ ہے کہ گھنٹہ کی ہر ایک چوٹ کے ساتھ ایک شیطان کا کام تمام ہوتا ہے اسطرح انکے خیال کے مطابق شیطانوں کی جماعت کم ہوتی جاتی ہے۔ اگر شیطان بہ چلن۔ جاندار کا نام ہے تو شیطان تو اسوقت بڑھ رہے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید شمالی چین کے اس شہر کی گھنٹہ کی ہر ایک چوٹ بجائے ایک شیطان کو دور کرنے کے دو نئے شیطان پیدا کر رہی ہے۔

شہر ڈریسڈن (دارالخلافہ سلطنت ملک سیکسنی) میں ایک اندھا چلا جاتا تھا۔ سڑک میں چلتی ہوئی ایک گاڑی کا دھکا اس کے سر کو لگا۔ معلوم ہوا کہ اس صدمہ کا اثر یہ ہوا کہ اندھے کی آنکھیں کھل گئیں۔

ہمعصر پاینیر بیان کرتا ہے کہ ویسٹ انڈیز کی حصہ زراعت میں خاص تجربات ہو رہے ہیں جو ثابت کرتے ہیں کہ گنوں سے بہ نسبت حال کے پچیس یا تیس فیصدی زیادہ شکر نکالی جا سکتی ہے اور ہمارے زمینداروں کو اسطرف متوجہ کرتا ہے کہ اس ترکیب کو دریافت کرکے اس سے فائدہ اٹھاویں کیونکہ اسوقت ہندوستان میں ممالک غیر کی کہانڈ بہت آتی ہے جو ملک کی ادبار پر زیادہ اثر ڈالتی ہے۔

منجملہ دیگر سائنس کی ترقیوں کے فرانس کی علم طب و جراحی میں بھی حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ حال میں ایک شخص کے دل میں کسی نے چھری بھونک دی نیلبین ہاسپٹل میں زخمی کو لے گئے تو ایک سرجن نے چھاتی میں سوراخ کرکے دلکو نکالا۔ ایک اسسٹنٹ نے دلکو تھامے رکھا اور سرجن نے زخم کو سی کر دلکو پھر اندر داخل کر دیا بالکل کار روائی ۴۰ منٹ میں ختم ہوگئی۔ انسانی عقل نے جسقدر حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ کاش انسان اتنا ہی ایسی ترقی کرتے۔

شہر شکاگو (ملک امریکا) کی ایک عورت نے گنتوں پیرکی طیار کرکے کوشش و عرصہ میں اسکو ایسی مشق ہوگئی ہے کہ ہر ایک سکے کی پونت نگاہ سے ہی کر لیتی ہے۔

ایک جرمنی کے کاریگر نے ایک قسم کی گھڑی ایجاد کی ہے جسمیں کبھی لگانے سے جلد اسکے متعلقہ نمبروں میں خود بخود دکھیجی لگ جایا کریگی۔ اور اسی گھڑی کی رفتہ رفتہ سب کا وقت ایک ہی دکھیگی۔ جرمن مستقل مزاج ہیں اور اس لئے ایجادوں میں کمال دکھلاتے ہیں

محمد جان

نور الدین پر ریویو

نمبر ۴

ریویو کے اس نمبر میں ہم فاضل مصنف کا اپنا ریویو دینگے اور اس کے بعد اس ریویو پر نظر ثانی کرینگے۔ انشاء اللہ العزیز۔

کیا ہماری کتاب عام پسند ہوگی

ابی اللہ عن تصحیح غیر کتابہ
وکل کتاب غیرہ ذل کا تبہ

الٰہی کتابیں ہی ابتک عام پسند نہیں۔ لاہور جیسے دارالسلطنت شہر میں کوئی قرآن کریم ابتک پوری صحت کے ساتھ طبع نہیں ہوا۔ نہ کوئی اعلیٰ علمی کتاب جو الکتاب قرآن کریم کی خادم ہو طبع ہوئی۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ عام پسندگی کا کیا حال ہے۔ اور یہ امر کسی مامور و مجدد دین کو بھی نصیب نہیں ہوا کہ اس کی محنت و کارروائی عام پسند ہوئی ہو۔ کیا یہ امر صحیح نہیں کہ ہزاروں نبی جو مذہبی باتوں کو جنون یقین کرتے ہیں کو ہمیشہ غائب و خاسر ہیں اور مذہبی مقتداؤں میں تو وہی ہے جس کو کہا گیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ مَا اَنْتَ بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ بِمَجْنُوْنٍ۔ وَاِنَّ لَکَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ فَسَتُبْصِرُ وَیُبْصِرُوْنَ بِاَیِّکُمُ الْمَفْتُوْنُ۔ (پ ۲۹ سورہ نٓ)

دوات اور قلم اور وہ عظیم الشان صداقتیں جن کو لوگ لکھتے ہیں اور لکھتے رہیں گے (ان کے مطالعہ کا نتیجہ تو یہی ہوگا) کہ تو اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں کیونکہ وہ تمام تحریریں تیری صداقت کی گواہ رہیں گی۔ اور دوسری دلیل یہ ہے کہ مجنون تو خلیق نہیں ہوتے اور تو خلق پر کیا خلق عظیم پر ہے۔ آپکی مقناطیسی جذب اور آپ کے اخلاق ہی تھے کہ ارب عرب آپ کے حکم پر اپنے خون کو پانی کی طرح بہاتے تھے۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ تیری محنت کا بدلہ غیر ممنون و غیر منقطع اور مجنونوں کے افعال و محنت کا تو کوئی بدلہ ہی نہیں ہوا کرتا۔ اور چوتھی دلیل یہ ہے کہ مجنون کے افعال و اقوال مثمر ثمرات خیر اور منتج کسی نیک نتیجہ کے نہیں ہوا کرتے۔ اور تیرے اقوال اور تیرے افعال کا نتیجہ تو یہی دیکھیگا

اور دوسرے لوگ بھی دیکھیں گے اور یہ کیسی سچی پیشگوئی نکلی۔ دنیا میں صرف آپ ہی اکیلے ایسے کامیاب ہوئے ہیں۔ جنہوں نے اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ (پ ۶ مائدہ) کی آواز اپنی زندگی میں اپنے کانوں سے سنی۔ اور رَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا (پ ۳۰) کا نظارہ اپنی آنکھ سے دیکھا۔ اس پر بھی نہ ماننے والوں نے نہ مانا پر نہ مانا۔

میں نہ مامور نہ مجدد۔ پھر میری اس کتاب کو اور اس کے جوابات کو مامور نہ مجدد۔ اور امام الوقت نے نہ دیکھا اور نہ سنا۔ بتیس سوال کے جواب تک نہیں موقع لگا کہ ہم اپنے جواب حضرت امام علیہ السلام پر عرض کر سکیں بلکہ ہمارے بزرگ سید محمد احسن صاحب نے بھی اس کو نہیں دیکھا۔ ہاں میرے پیارے دوست اور میرے معزز حبیب مولوی عبدالکریم صاحب نے دیکھا اور کہیں کہیں حتی الامکان اصلاح بھی کی۔ ہمارے مدرسہ کے علماء کو افسوس نہ ان باتوں سے دلچسپی ہے اور نہ اپنے محدود کاموں سے فرصت ہے کہ وہ بھی اس کتاب کو سنتے یا دیکھتے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ اس کتاب کو ان سعید الفطرتوں کے حق میں نافع کریگا جو اس کے علم میں ہیں (غرض)

(۱) ہم اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں کہ ہے۔ اور وہ موصوف بصفات کاملہ اور ہر ایک نقص سے منزہ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ہے اسی کے ارادہ اور اسی کی خلق سے یہ تمام مخلوق ہے وہ وراء الوراء محیط کائنات ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ۔ وَھُوَ الْاَوَّلُ۔ وَاَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَھٰی وَھُوَ الْاٰخِرُ ہے جبکہ ہمارا یہ عقیدہ اور یہ ایمان ہے تو سوفسطائی دہریہ مسیحی۔ اور وہ یونانی منطقی اور سناتن جو اللہ تعالیٰ کو علت۔ لا بشرط بشرط کو زل مانتا ہے اور وجودی نیچری۔ آریہ سماجی جس کے نزدیک اللہ خالق ارواح خالق مادہ۔ خالق زمانہ۔ خالق فضا اور ان کے گن۔ کرم۔ سبھاؤ۔ خواص افعال۔ عادت کا خالق نہیں کیوں پسند کرینگے۔

(۲) ہم اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں کہ وہ متکلم ہے اپنے پیاروں سے کلام کرتا ہے۔ ارادہ و مشیت سے اس کے کلام ہوتے ہیں۔ وہ کلام کرتا رہا۔ کرتا رہتا ہے اور کلام کرے گا۔ اس کی کلام و تکلیم پر کبھی مہر نہیں لگی۔ پس جو لوگ اس کو گم صم مانتے ہیں مثلاً برہمو اور نیچری اور جو لوگ کہتے ہیں دو ارب برس سے وہ خاموش ہے اور صرف چار ہی آدمیوں سے سرشٹی کی ابتداء میں بولا تھا یا جو کہتے ہیں کہ مسیح یا نبی کریم خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک بات کرکے اب خاموش ہے اور جن کا وہم ہے کہ گونگے کی طرح بے اختیار ہے وہ کیوں پسند کرنے لگے۔

(۳) ہم مانتے ہیں کہ ملائکہ ہیں انبیاء اور اللہ تعالیٰ کی تمام کتابوں اور رسولوں نبیوں پر ہمارا ایمان ہے

ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین رسول رب العالمین مانتے ہیں پھر ان باتوں کے مخالف کیوں پسند کرنے لگے۔

(۴) ہمارے نزدیک ہر ایک شخص اپنے اعمال کا ذمہ دار اور جواب دہ ہے اور ہم عفو مغفرت۔ شفاعت بالاذن کے معتقد ہیں۔ پس ہماری باتوں سے کفارہ کا قائل کب راضی ہوا۔ اور جو اللہ تعالیٰ کو (کما) عفو والا نہ مانے وہ کیونکر راضی ہو۔

(۵) ہم صحابہ کرام۔ اور تابعین عظام کو رضوان اللہ علیہم اجمعین ابوبکر و عمر سے لیکر معاویہ مغیرہ تک اویس قرنی اور حسن بصری سے لیکر ابراہیم نخعی و نافع عکرمہ تک اور اہل بیت میں خدیجہ و عائشہ سے لیکر علی المرتضیٰ اور تمام آئمہ اہل بیت علیہم السلام ان سب کو بحمد اللہ اپنا محبوب اور دل سے پیارا اعتقاد کرتے ہیں۔ قال الامام امامنا علیہ السلام

جان و دلم فدائے جمال محمد است
خاکم نثار کوچۂ آل محمد است

پس رافضی۔ شیعہ۔ خارجی۔ ناصبی جبریہ قدریہ۔ مرجیہ۔ جہمیہ۔ معتزلہ۔ تعامل اسلام کے منکر۔ احادیث صحیحہ کے منکر اور ان کو تو وہ طوفان کہنے والے کب پسند کر سکتے ہیں۔ حالانکہ وہ معمولی کتب تواریخ بلکہ امور تاریخیہ لغت و کتب بیان کو اپنا مقتدا بنائے ہوئے ہیں۔ ہم آئمہ تصوف۔ آئمہ فقہ۔ آئمہ حدیث آئمہ کلام کی تعظیم و تکریم کو ضروری یقین کرتے ہیں۔ اور انکی مشترکہ سبیل کو سبیل المومنین مانتے ہیں ہاں ان لوگوں کی آثار باقیہ۔ فتوح الغیب و فتح الربانی للسید الشیخ عبدالقادر الجیلانی عوارف للشیخ شہاب الدین السہروردی جسکو میرے ابن عم حضرت فرید الدین گنج شکر چشتی ہمیشہ اپنے درس میں رکھتے تھے اور وہ نسخہ جسے حضرت سلطان نظام الدین نے پڑھا ابتک جالیوں میں موجود ہے۔ منازل السائرین شرح مدارج السالکین۔ طریق الہجرتین۔ مجمع الفوائد و زاد المعاد للشیخ الاسلام الشیخ ابن قیم۔ فصل الخطاب لخواجہ محمد پارسا مکتوبات لشیخ مشائخنا المجدد احمد السرہندی و فتوحات مکیہ ابن عربی الکتاب الصحیح للامام البخاری الموطا لامام دار الہجرۃ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے آثار باقیہ تصانیف ابو یوسف امام آئمہ فقہ و حدیث و تصانیف امام محمد الشیبانی و طحاوی الام للشافعی محلی و فصل لابن حزم۔ السنن الکبریٰ للبیہقی۔ درء تعارض العقل والنقل والرد علی المنطقیین۔ و منہاج السنہ للشیخ الاجل رئیس المتکلمین والفقہا والمحدثین والمفسرین شیخ الاسلام شیخ ابن تیمیہ الحرانی والمطالب العالیہ للامام الرازی۔ فتح الباری لابن حجر فتح القدیر و تحریر لابن ہمام۔ اور تمام تصانیف حافظ ذہبی جیسے دول الاسلام

میزان و تذکرہ وغیرہ۔ حجۃ اللہ البالغہ لشیخ مشائخنا شاہ ولی اللہ دہلوی نیل الاوطار شوکانی یمنی موجود ہیں مصنف خدا پرست دیکھ لے انہیں کے ساتھ ہیں ابن المنذر ابن قدامہ ابو یعلیٰ۔ میں اللہ تعالیٰ کو گواہ کرتا ہوں۔ اور میں سچے دل سے علی وجہ البصیرۃ کامل یقین کرتا ہوں کہ بے ریب یہ لوگ مصداق تھے۔ وَجَعَلْنَا مِنْھُمْ اَئِمَّۃً یَّھْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَکَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یُوْقِنُوْنَ کے (پ ۲۱ سجدہ) اور انکی دعائیں وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا (پ ۱۹ فرقان) ضرور ہی قبول ہوئیں پس بڑی ہی بے نصیب ہیں وہ لوگ جو انسانی امامت کے منکر ہیں اور اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا کے بھید سے ناواقف ہیں انکی عملی حالتیں انپر خود ملامت کرتی ہوں گی اگر فطرت سلیمہ باقی ہے۔ بحمد اللہ ہم نے ان سب کے اسفار طیبہ کو خوب غور سے پڑھا ہے اور ہم علی وجہ البصیرۃ اس نتیجہ پر پہنچ گئے ہیں کہ یہ سب لوگ خدا تعالیٰ کے برگزیدوں میں اور اولیاء میں سے تھے۔ ہم نے لغت میں بخاری۔ اصمعی ابو عبید۔ ابو عبیدہ۔ مفردات۔ راغب نہایہ۔ مجمع البحار اور لسان العرب اور صرف و نحو میں سیبویہ۔ ابن مالک۔ ابن ہشام اور سیوطی۔ اور قرأۃ میں شاطبی اور ابو عمرو دانی اور معانی و بیان میں عبدالقاہر جرجانی مصنف دلائل الاعجاز اور اسرار البلاغۃ اور سکاکی مصنف مفتاح العلوم اور ادب میں اصمعی اور تفاسیر میں روایۃً ابن جریر۔ ابن کثیر۔ شوکانی کی فتح القدیر اور درایۃً اور روایۃً و درایۃً دونوں میں امام بخاری رحمۃ اللہ اور فقط درایۃً میں تفسیر کبیر کو آئمہ سلف کے بعد انتخاب کیا ہے۔ قریب زمانہ کے ہندوستانیوں میں جو اصحاب تصنیف گذرے ہیں انہیں صاحب حجۃ اللہ البالغہ اور ازالۃ الخفاء شاہ ولی اللہ کو میں ممتاز انسان اور صافی الذہن جانتا ہوں۔ میں حضرت مسیح کی وفات کا قائل ہوں اور میرا کامل یقین ہے کہ وہ قتل اور پھانسی سے بچکر اپنی موت سے مر چکے۔ اس امت میں اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ مَغْضُوْبِ اور ضَآلِّ تینوں قسم کے لوگ موجود ہیں۔ پس وہ مسیح موعود علیہ السلام بھی موجود ہے جس کو ہم میں نازل ہونا تھا۔ وہ مہدی معہود اور اس وقت کا امام بھی ہے۔ اور انہیں میں موجود ہے وہ اختلافوں میں حکم ہے۔ ہم نے اسکی آیات بینات کو دیکھا اور ہم گواہی دیتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈر کر حشر اجساد جنت و نار الٰہی بے ثبات زندگی کو نصب العین رکھکر اسکو امام مان لیا ہے۔ ہم نے اپنے مقتداؤں میں ابن حزم اور ابن تیمیہ کو بھی شمار کیا ہے اسکی تائید میں صرف دو قول بیان کرتے ہیں۔ اول ایک شخص اہل اللہ میں سے ہے استاذ۔ صالح اور ثقہ امین اس کا نام عبداللہ الغزنوی اور ہمارے ملک پنجاب میں مشہور ہے ہمارے امام علیہ السلام

دونوں کو خاتم النبیین رسول رب العالمین نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شکل پر رویا میں دیکھا ہے اور یہ بسبب ان کی کمال اتباع سنت کے تھا۔ وہ بہت خوبیوں کے جامع اور علمی و عملی حصہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کو خصوصیت سے ممتاز فرمایا ہوا تھا انہوں نے ابن حزم کے بارے میں توجہ کی کہ یہ بہت سخت الفاظ استعمال میں لاتے ہیں اس پر عبداللہ المرحوم کو الہام ہوا۔ ہاں میں اس وقت تک عبداللہ مرحوم کو صادق راستباز یقین کرتا ہوں اور اسی یقین پر اس الہام کو شائع کرتا ہوں

> گفتگوئے عاشقاں در کار رب
> جوشش عشق است نے ترک ادب
> ہر کہ کرد از جام حق یک جرعہ نوش
> نے ادب ماند درو نے عقل و ہوش
> ہاں و ہاں ترک حسد کن با شہان
> ورنہ ابلیسے شوی اندر جہان
> در رسد شیرے تو بازی میکنی
> با ملائک ترک و تازی میکنی

اس الہامی کی شہادت ایک شخص ساکن لاہور توجہ کنندہ گان کے پاس بھی ہے اور اس کا نام عبد الحق ہے وہ بھی حسن ظن کے قابل ہیں۔ ولا ازکی علی اللہ احداً ودوم حضرت امام سیوطیؒ نے اپنی بے نظیر کتاب الاشباہ والنظائر کی جلد سوم صفحہ ۳۱۰ میں لکھا ہے۔

قال فی جواب سائل سال عن حرف لو لشیخنا وسیدنا ۔ الامام العالم العلامۃ الاوحد الحافظ المجتہد الزاہد ۔ العابد ۔ القدوۃ ۔ امام الائمہ ۔ قدوۃ الامۃ ۔ علامۃ العلماء وارث الانبیاء ۔ آخر المجتہدین ۔ اوحد علماء الدین برکۃ الاسلام ۔ حجۃ الاعلام برہان المتکلمین ۔ قامع المبتدعین ذی العلوم الرفیعۃ ۔ والفنون البدیعۃ ۔ محی السنۃ ۔ ومن عظمت بہ علینا المنۃ ۔ وقامت بہ علی الاعداء الحجۃ ۔ واستبانت ببرکتہ وہدیہ المحجۃ ۔ تقی الدین ابی العباس احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیۃ الحرانی منارہ ۔ وشید من الدین ارکانہ

نوٹ: اگر انکا بس چلے تو سنگسار کر کے پھر روز پھانسی دیا کریں۔ الغرض مولانا صاحب سنتے ہی برافروختہ ہو گئے شیر ہو کر کہنے لگے سب وسوسوں کو دور کر کے آپ کو بشریعت بیچاتی ہیں۔ آپکو پھر دوبارہ آنیکی تکلیف ہوگی تو آپ فرماتی ہیں کہ کون مردود جیتی جی ایسی مجلس میں پھر دوبارہ آئے۔ میں نے عرض کی ہم ہم عزیز بندہ نواز جب آپ جیتی جی ایسی مجلس میں دوبارہ نہیں آ سکتے۔

دوسری تحریک

جس کا میں نے صفحہ اول پر ذکر کیا ہے۔ یعنی صاحب کی عربی انگریزی ڈکشنری کے متعلق ہے۔ مخدومنا ومولانا حضرت مولوی نور الدین صاحب کی تحریک پر اس کتاب کیلئے چندہ کی تحریک ہو کر بڑا حصہ اسیوقت جمع ہو گیا تھا۔ اب اس میں صرف پندرہ بیس روپے کی کمی ہے اس چندہ میں بڑی بڑی رقمیں ۵۰ع از حضرت مولوی صاحب موصوف ۔ ۲۵ع از نواب محمد علی خانصاحب ۲۵ع از شیخ رحمت اللہ صاحب۔ اور ۲۵ع ایک اور صاحب کی طرف سے پہونچ چکے ہیں اور اس کے علاوہ پانچ چھ روپے کے قریب اور چندہ ہو گیا تھا۔ کمی مذکورہ بالا کو پورا کرنے کیلئے ایک صاحب ہمت ہی کافی ہے اور اگر زیادہ حصہ لینے والے ہوں تو خدائے تعالےٰ ان سب کو اس کا اجر دے گا۔

جو صاحب ان چندوں میں حصہ لیں وہ منی آرڈر کے کوپن میں اس امر کی تصریح کر دیں کہ کس مد میں ان کا روپیہ جائے۔

خاکسار محمد علی ۔ مینیجر و ایڈیٹر رسالہ ریویو آف ریلیجنز۔ قادیان۔ ضلع گورداسپور۔ ۱۳ مئی سنہ ۱۹۰۴ء

ریمارک

عرصہ سے ہمارے پاس بعض کتابیں بغرض ریمارک آئی ہوئی ہیں اور افسوس ہے کہ ہم ان پر رائے زنی نہیں کر سکے جسکی وجہ یہ ہے کہ بدوں پڑھے ہوئے رائے زنی کرنا لا تقف ما لیس لک بہ علم کے خلاف کرنا ہے اور ایک طرح پبلک کو دھوکا دینا ہے۔ ہاں اگر دوست نوازی غرض ہو اور خواہ نخواہ کسی رسالہ یا کتاب کی تعریف کر دینا مقصود ہو تو بجائے اس کے کہ اس پر اندھا دھند رائے لکھی جاوے بہتر ہے اخبار نویس اپنے خریداروں سے اس کتاب کیلئے سپارش کر دیوے کہ ہماری خاطر سے اس کا ایک ایک نسخہ خرید لیا جاوے۔ لیکن ہم نے کبھی پسند نہیں کیا کہ بلا دیکھے کسی کتاب پر ریویو یا معمولی ریمارک کریں۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر دیر تک بعض کتابیں پڑی رہتی ہیں۔ مندرجہ ذیل کتابیں اسوقت ہمارے پاس زیر ریویو ہیں۔

کلیات غالب کامل ۔ جو شحنہ ہند کے ایڈیٹر صاحب نے لکھا ہے اور جسپر اتنک ریویو نہ ہونیکیلئے وہ کئی بار بالواسطہ شکایت بھی کر چکے ہیں۔ ہم نے ابھی تک اسے نہیں پڑھا۔ اسلئے ابھی معذور ہیں۔

ارکان الاسلام ۔ جسکو منشی سراج الدین احمد خانصاحب ایڈیٹر زمیندار لاہور نے تالیف کیا ہے اس کتاب کو سرسری نظر سے تو ہم پڑھ چکے ہیں اس لئے اسپر سرسری رائے تو یہی ہے کہ یہ کتاب بہر حال آجکل کے نوجوانوں کیلئے مفید ہے۔ خصوصاً ایسی حالتمیں کہ اس سے بہتر کوئی کتاب موجود نہیں۔ یہ کتاب ۱۴۴ صفحوں پر اچھے کاغذ پر بہت عمدہ چھپی ہے مضامین کو نہایت سلیس بنانیکی کوشش کیگئی ہے قیمت ۸ہے۔ ہمارے خیال میں یہ کتاب بے شک عورتوں اور بچوں کو پڑھائی جانی چاہئے۔ اور اگر اسلامی انجمنوں کے مدارس میں داخل درس کر دیجاوے تو بہت کچھ مفید ہو سکتی ہے۔

ہمیں اس کتاب کو پڑھتے ہوئے اسکے صفحہ ۱۳ پر یہ فقرہ پڑھنے کا اتفاق ہوا کہ "البتہ ہم **حضرت کو خاتم النبیین مانتے ہیں کیونکہ آپکے بعد کسی پیغمبر صاحب شریعت کے آنے کی ضرورت نہیں**" اس فقرہ میں صاحب شریعت کا لفظ خوب چھپا ہوا ہے۔ مگر بعد میں مصنف نے اسکو سرخ سیاہی سے قلمزن کیا ہے۔ جس کے متعلق ہم افسوس سے ظاہر کرتے ہیں کہ ایک **صحیح عقیدہ** کو چھپانے کی بیجا کوشش کی ہے۔ ہمارے محترم معاصر منشی سراج الدین احمد خان صاحب ہمیں اس بے لاگ بات کے کہنے پر معاف رکھیں گے کہ یہ خیال غالباً انکو بعض لوگوں کے جنبداری سے پیدا ہوا ہے ورنہ یہی بات سچی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی صاحب شریعت خواہ نیا ہو یا پرانا آنیوالا نہیں۔ اگر وہ اس عقیدہ کو صراحت سے بیان کرتے تو شاید انپر **احمدی** ہونیکا الزام عاید کیا جاتا جو انہوں نے پسند نہیں کیا مگر دین کے معاملہ امر حق کے اظہار میں انہیں کسی شخص کی پروا نہیں کرنی چاہیے۔ اگر انکا یہی عقیدہ ہے تو ان کو قلمزن کرنیکی کیا ضرورت! ہاں اگر وہ اس کو نہیں مانتے تو یہ جدا امر ہے۔ بہر حال کتاب قابل قدر ہے۔

تیسری کتاب فیصلہ قرآن معروف بہ تکذیب قادیانی ہے جسکو حکیم حافظ محمد الدین نے معمولی کاغذ کے ۹۰ صفحوں پر چھاپ کر ۸ کو بیچنا چاہا ہے ہم اس کتاب پر چونکہ تفصیلی ریمارک کرنیکا ارادہ رکھتے ہیں انشاء اللہ العزیز۔ اسلئے کسی اگلی اشاعت پر ملتوی کرتے ہیں اس کتاب پر ہمارا ریویو جب شایع ہوگا تو انشاء اللہ ناظرین کو اچھا خاصہ دل بہلانیکا موقع ملیگا جس سے انکو یہ بھی معلوم ہوگا کہ ہمارے علمار کتابوں پر تقریظ کیسے لکھتے ہیں آیا پڑھکر یا یونہی منہ زبانی اگر کرم نوماراجی تجویز پر عمل کریں تو ہم اصل کتاب سے فقروں کے فقرے درج کریں گے اور اس پر علمار کی تقریظ دکھائیں گے کہ وہ کیا کہتے ہیں مکذب کی اس کتاب کی تردید کیلئے یہی کافی ہے۔

تاج و نشان ۔ پر اگلی اشاعت میں ریمارک کرینگے انشاء اللہ

مراسلت

حضرات ناظرین ۔ کل مجھے ایک ایسی مجلس میں جانیکا اتفاق ہوا ۔ جو کہ ایک لاوارث متوفی کے اثاث البیت کو بموجب اسکی وصیت کے تقسیم کرنیکیلئے قرار پائی تھی۔

چنانچہ اس کارروائی کی انجام دہی کیلئے ایک جناب مولینا و بالفضل اولینا صاحب طلب کئے گئے متوفی چونکہ زبانی وصیت کر گیا تھا اسلئے مولانا صاحب اسکی وصیت کے مطابق اسکے مال کی تقسیم کا مسودہ ایک سادہ کاغذ پر لکھنے بیٹھے ۔ جب تحریر کرتے ہوئے یہاں تک لکھ چکے کہ "بموجب وصیت متوفی فلاں اسکا مال بتفصیل ذیل تقسیم کیا گیا ہے"۔ میں نے عرض کی جناب میں اتنا اگر یہی یہاں لکھدیجئے کہ اگر متوفی لوٹ کر واپس آ جاوے تو اس صورت میں وہ اپنا مال واپس لے سکتا ہے۔ یا کم از کم اس تقسیم میں سے کچھ حصہ اسکے لئے بھی رکھدینا چاہئے ایسا نہو کہ وہ بیچارہ آکر ایک ٹکڑے روٹی کیلئے بھیک مانگتا پھرے۔

یہ سنکر مولانا صاحب نے فرمایا کہ بڑی کوڑ مغز ہو ایسے باریک کیڑے ۔ اور اتنی بھی موٹی عقل نہیں لاحول ولا قوۃ ۔ استغفر اللہ ۔ میں نے کہا کہ جناب یہ لاحول اور استغفار پڑھنے کا کون موقعہ ہے۔ میں نے تو اس مرحوم کی بہتری کیلئے کہا ہے تو آپ فرماتے ہیں مجھے تیری سمجھ پر افسوس آتا ہے تجھے اتنی بھی سمجھ نہیں حالانکہ چھوٹے بچے تک جانتے ہیں کہ جو متوفی ہوا پھر وہ لوٹ کر کبھی واپس نہیں آیا۔ میں نے عرض کی کہ بندہ نواز یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ متوفی کبھی لوٹ کر نہیں آ سکتا۔ مگر قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام کی نسبت فرمایا ہے انی متوفیک ورافعک ۔ اگرچہ متوفی کے بعد انہیں رفع بھی ہو چکا ہے مگر پھر بھی سنا جاتا ہے کہ وہ پھر بھی واپس دنیا میں تشریف لانیوالے ہیں۔ چونکہ آپ نے بھی اس شخص کو متوفی لکھا ہے ممکن ہے کہ یہ غریب بھی واپس آ جائے تو بیچارہ کہاں دربدر مارا مارا پھریگا کیسے نقصان مایہ و دیگر شماتت ہمسایہ۔

میری اس تقریر سے جناب مولانا صاحب میرا اصلی مطلب تاڑ گئے۔ تو آپ کیا فرماتے ہیں کہ دیکھو کیسا نامعقول ہے کہاں کی بات کہاں تک پہنچائی ۔ عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ متوفی کا اور ہی مفہوم ہے خدا نے انہیں صلیب کے نزدیک تک بھی نہیں آنے دیا تھا پھر متوفی ہو کیسا میں نے عرض کی کہ بجا ارشاد ہوا پیر و مرشد تو گویا آپکے مطلب یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سولی پر ہی مرتے تو متوفی کا مفہوم درست ہوتا۔ تو معلوم ہوا کہ پھر دوبارہ اسی لئے ان کو آنیکی تکلیف دیجاتی ہے کہ ایکدفعہ تو وہ بیچارے صلیب سے بچ نکلے تھے لکھا ہے کہ آمنت تو ضرور پھانسی دیئے جائیں گے کیونکہ متوفی کا مفہوم جو درست کرنا ٹھہرا۔ برین عقل و دانش بباید گریست پس اب کیا تھا مولانا صاحب کے لام کاف بکنے لگے ۔ ۱۰م اور اسقدر جھلائے کہ الامان مارے غصہ کے انکا چہرہ تمتمانے لگا ۔ میں نے تو جانا کہ اب مجھے کچا ہی کھا جائینگے مگر یہی خدا کا شکر ہے کہ ان حضرات کی طاقت زباندرازی تک ہی قدرت نے محدود کر رکھی ہے ۔ نا معلوم ہاتھ پاؤں ہوتے تو کیا کر گذرتے ۔ یہودیوں نے تو ایک عیسیٰ کو سولی پر چڑھایا تھا اور خدا نے اپنے فضل سے انہیں ملعونی موت سے بچا لیا تھا لیکن انہوں نے تو گویا ہر جگہ ہماری سیم کو باوجود متوفی ہونے کے کیا اتنا ورثہ آتی ہے کہ وہ پھر دوبارہ آئینگے کیا یہودیوں کو پھر دوبارہ نہیں آ سکتے ۔ یہ سنتے ہی مولانا صاحب برا ہلا

دیکھو کالم اول

مطبع انوار احمدیہ پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی اینڈ سنز مالکان کارخانہ کے اہتمام سے چھپ کر شایع ہوا۔